دیکھا نہ کوہ کن کوئی فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے فن کوئی استاذ کے بغیر

حضور کا ارشاد ہے عیاں کرو
مردے کے محاسن بیاں کرو

# میرے محسنین

## یعنی میرے چندان اساتذۂ کرام کا ذکر خیر

## جواب اس دنیا میں نہیں ہے

# مرتب

عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری
حال مقیم لندن، برطانیہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔میرے محسنین

یعنی میرے چندان اساتذۂ کرام کا ذکر خیر جواب اس دنیا میں نہیں ہے

مصنف۔عبدالسلام ابراہیم مارویا،لاجپوری

مقیم۔اسٹامفورڈ ہل،لندن

صفحات۔

تعداد۔۵۰۰

قیمت۔مطالعہ،عمل ودعا

طباعت۔

ناشر۔مکتبہ سلیمانیہ،اجمیری محلّہ،لاجپور

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ سلیمانیہ،اجمیری محلّہ،لاجپور،سورت

(۲)مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ،سورت

(۳)مولوی عبداللہ انصاری،موبائل:9898926717

(۴)صالح کتاب سینٹر،نوساری،موبائل:9824741280

(۵)عبدالسلام لاجپوری،لندن،موبائل:07877937731

علم دل کا سرور ہوتا ہے
چشم مینا کا نور ہوتا ہے
علم سے رنج و غم دور ہوتا ہے
دل کو حاصل سرور ہوتا ہے

استاذ طلباء کے حق میں ہوتا نعمت ہے
ہوتی ان سے حاصل دین کی دولت ہے
جو طلباء کرتے ان کا احترام ہے
خوش ہوتا ان سے رب العزت ہے

(سلام لاجپوری)

جو علم کا علم ہے استاذ کی عطا ہے
ہاتھوں میں جو قلم ہے استاذ کی عطا ہے
جو فکر تازہ دم ہے استاذ کی عطا ہے
جو کچھ کیا رقم ہے استاذ کی عطا ہے

# اساتذۂ کرام

ہے محسن ہمارے اساتذۂ کرام
کرو ان کا دل سے احترام
لیتے رہو ان سے دعا اور رہنمائی
خدا نے ہیں بخشا ان کو عالی مقام
سکھایا ہمیں کرنا اچھے برے کی پہچان
نہیں ادا ہوسکتا زندگی بھر ان کا احسان
رہتا ہے زبان پر ان کی قال اللہ و قال الرسول
ہوں گے ان سے کتنے خوش اللہ و رسول
نہ ہوتے اساتذہ تو کرتے کیسے علم کا حصول
رہتے ان پڑھ کر رہے ہوتے کار فضول
بتایا اساتذہ نے ہوا کیسے قرآن کا نزول
ہوتا رہے ان پر سدا رحمتوں کا نزول
کرتے ہیں معمولی تنخواہ پر گذارا
کرتے ہیں بمشکل اپنا گذارا
محنت سے ہے ان کی عالم میں دین کا چرچہ
ہے بخشا شریعت نے ان کو اعلی درجہ

خدا ان کی خدمات کرے قبول
ہو ان سے راضی خدا اور خدا کے رسول

(سلام لاجپوری)

تاثرات ۲۴
از: مرتب ۲۸
راہ نما ۲۸
کڑوا سچ ۲۹
انما بعثت معلما ۳۰
دعائیہ کلمات ۳۰
گزارش ۳۰
کرم الٰہی ۳۱
موت ۳۴
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں ۳۶
مدرسہ اسلامیہ، کفلیتہ ۳۹
مدرسہ اسلامیہ، لاجپور ۴۰
جامعہ ڈابھیل ۴۱
مفتاح العلوم، تراج ۴۴
دارالعلوم اشرفیہ، راندیر ۴۶
جامعہ حسینیہ، راندیر ۵۰
اساتذۂ کرام ۵۳

| | |
|---|---|
| حافظ یوسف پٹیلؒ | ۵۴ |
| چند خوبیاں | ۵۶ |
| مکان | ۵۶ |
| آغاز تعلیم | ۵۷ |
| درس گاہ | ۵۷ |
| ددھیال اور ننھیال | ۵۷ |
| مولانا عبدالخالق پٹیلؒ | ۵۹ |
| دو جگہ قابل ذکر ہیں | ۶۱ |
| سب سے بہترین شخص | ۶۱ |
| مشق | ۶۲ |
| تسبیح | ۶۲ |
| ٹوپی | ۶۴ |
| عربی رومال | ۶۴ |
| مسواک | ۶۶ |
| چائے | ۷۰ |
| رضا بر قضا | ۷۴ |
| ملنساری | ۷۴ |

| | |
|---|---|
| محبت قرآن | ۷۵ |
| قرآن کریم کے چھ حقوق ہیں | ۷۵ |
| خصوصیات قرآن کریم | ۷۶ |
| تراویح اور قرآن کریم | ۷۷ |
| بچوں کو بھی حافظ قرآن بنایا | ۷۷ |
| اعتکاف | ۷۸ |
| اعتکاف کی حکمتیں | ۷۹ |
| حضرت بھائی میاں | ۸۱ |
| تفصیلات | ۸۲ |
| عاشق قرآن | ۸۲ |
| سینہ بے کینہ | ۸۳ |
| سینہ بے کینہ کا فائدہ | ۸۴ |
| مسکراہٹ | ۸۵ |
| دل موہ لینے والا عمل | ۸۶ |
| اپنا وہی ہے وقت پہ جو کام آ گیا | ۸۶ |
| ذاتی واقعہ | ۸۷ |
| احسان کا مزہ | ۸۸ |

| | |
|---|---|
| بے غرض امداد | ۸۸ |
| پیسہ کی واپسی کا سوال نہیں کرتے تھے | ۸۹ |
| ایک ایسی ادا جس پہ مرمٹنے کو جی چاہتا ہے | ۸۹ |
| پیکر محبت شخصیت | ۹۰ |
| خوش خلقی | ۹۱ |
| اثنان لا تذکرھما ابدا | ۹۲ |
| معاف کرنے کا مطلب | ۹۳ |
| خوش نصیبی | ۹۴ |
| بے ضرر شخصیت | ۹۵ |
| یاد | ۹۷ |
| ایک اہم خوبی | ۹۸ |
| شفقت | ۹۹ |
| تب ان کو پتہ چلے گا | ۱۰۰ |
| رعب سے کام چلائے | ۱۰۰ |
| ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں | ۱۰۱ |
| غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے | ۱۰۱ |
| چاہت | ۱۰۲ |

| | |
|---|---|
| شہرت تو جنازے کے دن پتہ چلے گی | ۱۰۲ |
| احساس | ۱۰۲ |
| تعزیتی مکتوب | ۱۰۴ |
| نور کے پتلے | ۱۰۴ |
| اگر کوئی متوجہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف عبادت کا شعبہ ہے | ۱۰۴ |
| یقین | ۱۰۵ |
| اہتمام نوافل | ۱۰۶ |
| یہ رقم لینا اب جائز نہیں رہا | ۱۰۶ |
| اچھے اخلاق | ۱۰۶ |
| عیادت | ۱۰۷ |
| تو میزبان کی دل شکنی ہوگی | ۱۰۷ |
| تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں | ۱۰۸ |
| ہدیہ | ۱۰۸ |
| کام کہاں تک پہنچا | ۱۰۹ |
| اشعار | ۱۰۹ |
| حضرت مولانا ابوبکر ولی اللہ | ۱۱۱ |
| تفصیلات | ۱۱۲ |

| | |
|---|---|
| کمالات کی دو قسمیں ہیں | ۱۱۲ |
| شرف تلمذ | ۱۱۳ |
| خاموش طبع اور کم گفتار تھے | ۱۱۳ |
| ولیسعک بیتک،، پر مضبوطی سے عمل پیرا تھے | ۱۱۵ |
| سائیکل کی سواری | ۱۱۵ |
| عقیدت | ۱۱۵ |
| استقامت | ۱۱۵ |
| فوائد امامت | ۱۱۶ |
| انتقال | ۱۱۸ |
| مفتی صاحب کا وجود امت کے لئے ہدایت تھا | ۱۱۹ |
| مادرزاد ولی | ۱۱۹ |
| آپ کی صحبت ذریعہ سکون تھی | ۱۲۰ |
| الاستقامۃ فوق الکرامۃ | ۱۲۰ |
| اساتذہ کی دعا | ۱۲۱ |
| فتاوی رحیمیہ پڑھ کر دینی رہنمائی حاصل کرے | ۱۲۱ |
| ایک دعا جس کو پڑھتے رہنا چاہئے | ۱۲۲ |
| حضرت مفتی امین صاحب اورنگ آبادیؒ | ۱۲۳ |

| | |
|---|---|
| استاذ فارسی | ۱۲۴ |
| تفصیلات | ۱۲۵ |
| ہدیہ | ۱۲۷ |
| مدرسہ مسیح الامت کا قیام | ۱۲۸ |
| مہمان نوازی | ۱۲۸ |
| استقبالیہ کلام | ۱۲۹ |
| مسکان | ۱۳۱ |
| انتقال پر ملال | ۱۳۱ |
| یادگار | ۱۳۲ |
| حضرت مولانا محی الدین قاضیؒ | ۱۳۳ |
| اولین شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ | ۱۳۴ |
| خود بھی تھے سید مشہور تھے قاضی | ۱۳۴ |
| تین خدمت گذار | ۱۳۶ |
| نشست گاہ | ۱۳۶ |
| معمول | ۱۳۷ |
| صلوۃ التسبیح | ۱۳۹ |
| قابل رشک معمول | ۱۴۱ |

| | |
|---|---|
| امامت | ۱۴۱ |
| مزاح | ۱۴۲ |
| ہدیہ کا ہدیہ | ۱۴۲ |
| عاشق قرآن | ۱۴۲ |
| ناز | ۱۴۳ |
| ایں ہمہ خانہ آفتاب است | ۱۴۴ |
| حضرت مفتی عارف حسن عثمانیؒ | ۱۴۵ |
| تفصیلات | ۱۵۰ |
| عالم باعمل | ۱۵۱ |
| خلاصۂ تقریر | ۱۵۲ |
| فی الحال کچھ بھی کہنا مشکل ہے | ۱۵۴ |
| سحر | ۱۵۵ |
| معذرت | ۱۵۵ |
| علم وخشیت لازم وملزوم ہیں | ۱۵۷ |
| مقصد وعظ | ۱۵۷ |
| برائی سے روکنے میں بھی احتیاط سے کام لے | ۱۵۸ |
| ایک اہم وصف | ۱۵۹ |

دور حاضر کے دو مرض ۱۶۰
خاموشی ۱۶۱
سلامتی ۱۶۲
در بیان فوائد خاموشی ۱۶۲
غیبت سے پرہیز ۱۶۵
بدترین غیبت ۱۶۶
ہماری مجالس وبال ہیں ۱۶۷
غیبت سے بچنے کی ایک تدبیر ۱۶۷
منبر پر وہ کیا برسائیں گے ۱۶۸
اعزاز ۱۶۸
تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا ۱۷۰
استحضار ۱۷۰
فوائد ۱۷۱
خاندان عثمانی اور خدمت قرآن ۱۷۲
درس قرآن پر پابندی ۱۷۳
دو اہم روگ ۱۷۴
حیا ایمان کا جز ہے ۱۷۶

| | |
|---|---|
| ملفوظات | ۱۷۷ |
| قابل رشک سفرآخرت | ۱۷۹ |
| چندعظیم صفات کا تذکرہ | ۱۸۲ |
| حضرت مولانامحمودشبیر راندیریؒ | ۱۸۳ |
| فرق | ۱۸۶ |
| دارالعلوم دیوبند کےاساتذہ | ۱۸۷ |
| من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین | ۱۸۸ |
| خاموش طبیعت کے مالک تھے | ۱۸۹ |
| خاموشی کے کچھ فوائد | ۱۸۹ |
| استنباط | ۱۹۰ |
| ایک اہم وصف | ۱۹۱ |
| عزت | ۱۹۲ |
| بارعب شخصیت | ۱۹۳ |
| مطالعہ | ۱۹۴ |
| مرتے دم تک اپنے کوطالب علم سمجھے | ۱۹۵ |
| علمی کمالات کی اصل | ۱۹۶ |
| مطالعہ معدوم،علمیت معدوم | ۱۹۶ |

| | |
|---|---|
| اوڑھنا بچھونا | ۱۹٦ |
| کتابیں | ۱۹۷ |
| تدریس | ۱۹۷ |
| درس سننے کے لئے ہوتا ہے | ۱۹۸ |
| غیر حاضری | ۱۹۸ |
| وقار | ۱۹۹ |
| وقت کی پابندی مثالی تھی | ۱۹۹ |
| دوران درس ایک عادت | ۱۹۹ |
| ترغیب | ۱۹۹ |
| عجیب معلومات | ۲۰۰ |
| اخبار نویسی اور ذوق اکابر | ۲۰۰ |
| اس بات کا خیال رکھے | ۲۰۱ |
| اخبار کو لوگ ایسے بھی پڑھتے ہیں | ۲۰۲ |
| انداز اصلاح | ۲۰۳ |
| بردباری | ۲۰۴ |
| ہر درد کی دوا | ۲۰۴ |
| نقش قدم | ۲۰۵ |

| | |
|---|---|
| صلاحیت | ۲۰۶ |
| بسا دنیا میں دو مہتمم دیکھے | ۲۰۶ |
| میرا بھائی محمد سعید چلا گیا | ۲۰۶ |
| ایک اہم نصیحت | ۲۰۷ |
| اہتمام کی سجھ بوجھ | ۲۰۷ |
| دارالافتاء کا آغاز | ۲۰۸ |
| انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے | ۲۰۸ |
| چاند کمیٹی کے صدر | ۲۰۹ |
| انہیں دیکھ کر دنیا مجھے یاد کرتی ہے | ۲۰۹ |
| مزہ | ۲۱۰ |
| آخری منزل | ۲۱۰ |
| حضرت مفتی اسماعیل واڈی والاؒ | ۲۱۲ |
| تفصیلات | ۲۱۴ |
| خصوصیت | ۲۱۴ |
| یک در گیر محکم بگیر | ۲۱۷ |
| خدمات | ۲۱۷ |
| وقت کی پابندی | ۲۱۸ |

| | |
|---|---|
| بڑا پن | ۲۱۸ |
| معاملات | ۲۱۹ |
| شفقت | ۲۱۹ |
| خوش قسمتی | ۲۲۰ |
| ملفوظات | ۲۲۰ |
| دارالسلام میں عبدالسلام | ۲۲۱ |
| یادگار | ۲۲۲ |
| صدقہ جاریہ | ۲۲۳ |
| حضرت مفتی یعقوب اشرفؒ | ۲۲۴ |
| مختصر سوانحی خاکہ | ۲۲۹ |
| دو قسم کے کمالات | ۲۳۱ |
| وہبی کمالات | ۲۳۱ |
| کسبی نعمت | ۲۳۲ |
| مثالی اہتمام | ۲۳۳ |
| داداجان کے نقش قدم پر | ۲۳۴ |
| محبت شیخ | ۲۳۴ |
| شیخ کے مشن سے عقیدت | ۲۳۴ |

| | |
|---|---|
| عقدنکاح | ۲۳۵ |
| گلشن سلیمانی سے وابستگی | ۲۳۵ |
| اولیت | ۲۳۶ |
| ایک مہتمم ایسا بھی | ۲۳۷ |
| فرمائش | ۲۳۸ |
| ایک خاص واقعہ | ۲۳۸ |
| ایک خاص سلوک | ۲۳۹ |
| مزاج یعقوبی | ۲۴۰ |
| اندازتدریس | ۲۴۴ |
| اندازخطابت | ۲۴۴ |
| انتظار | ۲۴۷ |
| توفیق باری | ۲۴۷ |
| پل | ۲۴۹ |
| نورانی | ۲۵۰ |
| اصلاح | ۲۵۱ |
| ملفوظات | ۲۵۱ |
| یہ بھی اللہ کی نعمت ہے | ۲۵۱ |

| | |
|---|---|
| موجودہ دور کی ایک عام بیماری | ۲۵۲ |
| دوران خطابت ایک معمول | ۲۵۳ |
| مطابقت | ۲۵۳ |
| سیاسی سوجھ بوجھ خوب تھی | ۲۵۳ |
| راندیر تشریف آوری | ۲۵۴ |
| سنگ بنیاد | ۲۵۴ |
| مدرس اول | ۲۵۴ |
| یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر | ۲۵۴ |
| وجہ ضرورت | ۲۵۵ |
| کرایہ | ۲۵۵ |
| دارالعلوم کی مسجد | ۲۵۵ |
| پہلی وحی اور وحی کا علم | ۲۵۶ |
| رکشہ کی سواری | ۲۵۶ |
| وقفہ کی حکمت | ۲۵۷ |
| اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل کو..... | ۲۵۷ |
| محبت کی بات | ۲۵۸ |
| شوافع المسلک صنفین | ۲۵۸ |

| | |
|---|---|
| صنفین احناف | ۲۵۸ |
| خاص اعزاز | ۲۵۹ |
| ملاقات | ۲۵۹ |
| قیامت وہبی نہیں کسبی ہے | ۲۵۹ |
| اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے | ۲۵۹ |
| ذاکر کو ہمیشہ تروتازہ رہنا چاہیے | ۲۶۰ |
| خصوصی امتیاز | ۲۶۰ |
| کتابیں | ۲۶۱ |
| شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو | ۲۶۱ |
| تعلق | ۲۶۱ |
| روحانی فائدہ کی فکر | ۲۶۲ |
| ترقی | ۲۶۲ |
| احترام | ۲۶۳ |
| ادب | ۲۶۴ |
| قاری عبدالحق دیوانؒ | ۲۶۵ |
| حضرت مولانا ابراہیم پٹیل صاحبؒ | ۲۶۶ |
| تعلق | ۲۶۶ |

| | |
|---|---|
| تدریسی خدمت | ۲۶۶ |
| نکاح | ۲۶۷ |
| حافظ شبیر بلبلیا مرحوم کا مختصر تذکرہ | ۲۶۷ |
| خلافت | ۲۷۰ |
| ایام زندگی کے چند اوراق | ۲۷۰ |
| کشکول | ۲۷۲ |
| شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے | ۲۷۲ |
| ہو گئے عالم فانی سے رخصت | ۲۷۳ |
| عالی اخلاق | ۲۷۴ |
| معمول | ۲۷۵ |
| سر تسلیم خم ہے | ۲۷۷ |
| خواہش | ۲۷۸ |
| اسٹیج کی زینت | ۲۷۹ |
| اناؤنسر | ۲۸۰ |
| خوش مزاجی | ۲۸۱ |
| رومال | ۲۸۲ |
| ہنسی کی اقسام | ۲۸۲ |

| | |
|---|---|
| دلکش لہجہ، شیریں آواز | ۲۸۳ |
| وقت کی پابندی | ۲۸۴ |
| سنجیدگی | ۲۸٦ |
| حوصلہ افزائی | ۲۸٦ |
| اہتمام | ۲۸۷ |
| مجلس شوریٰ کی ممبری | ۲۸۸ |
| منصب امامت | ۲۸۸ |
| استقامت | ۲۹۰ |
| یاد بہت آؤ گے | ۲۹۰ |
| انتباہ | ۲۹۲ |
| مؤلف کی دیگر تالیفات | ۲۹۴ |

# تاثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ،امابعد!

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان جب اس دنیائے رنگ وبو میں قدم رکھتا ہے بالکل کمزوراور بے بس ہوتا ہے، نہ تو اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے نہ اپنی تکلیف دور کرسکتا ہے،اور نہ اپنے راحت کے اسباب مہیا کرسکتا ہے، ہر چیز میں دوسرے کامحتاج ہوتا ہے، نہ اسے اچھےاور برے کی تمیز ہوتی ہےاور نہ نفع ونقصان کو پہچانتا ہے۔

دنیامیں جیسے ہی آتا ہے آنکھیں کھولتا ہےتوماں کی گود ہی اس کی پوری کائنات ہوتی ہے، یہی اس کی تعلیم وتربیت کا پہلا مدرسہ کہلاتا ہے،ماں کی آغوش میں جب بچہ پرورش پا کر پروان چڑھتا ہےتو یہاں سے اس کی تعلیم وتربیت شروع ہوتی ہے، اگر ماں دیندار اور پابندشرع ہوتی ہےتو اولاد کے اندربھی دین آنا شروع ہوتا ہے، اگر ماں نمازی ہےتو بچہ نمازی بنے گا، اگر ماں عبادت گذار ہےتو بچہ بھی عبادت گذار بنے گا، بچہ ہر چیز میں اپنے والدین کی نقالی کرتا ہے، گھر کے ماحول سے اسے تعلیم ملنی شروع ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہےاور جب چلنے پھرنے لگتا ہے، بولنے لگتا ہےتو اب اسے تعلیم کے لئے کسی استاذ کے حوالے کیا جاتا ہے، وہ مکتب جانے لگتا ہےاور مکتب سے دین کی بنیادی تعلیم حاصل کرتا ہے، اس طرح اس کا باقاعدہ علمی سفر شروع ہوتا ہے، پھر وہ آگے چل کر حافظ قرآن اور عالم دین بنتا ہے، جیسے جیسے آگے بڑھتا ہے کتابیں بدلتی ہیں اساتذہ

بدلتے ہیں،علم کے میدان کے اس طویل سفر کو یوں طے کرتے ہوئے کئی ماہرین فن اساتذہ اور کئی مشائخ عظام سے کسب فیض کرتا ہوا ان کی دعائیں لیتا ہوا اس قابل بنتا ہے کہ اب اللہ تعالی اس کے اندر بھی وہ صلاحیت اور خوبیاں پیدا فرما دیتے ہیں جو اس نے اس علمی سفر میں مختلف فن کے اساتذہ سے حاصل کی ہوتی ہے، یہ علمی سفر کا ایک مختصر اور اجمالی خاکہ ہے۔

رفیق مکرم، یار باوفا مولانا عبد السلام مارویا لاجپوری نے اپنے علمی سفر میں مکتب سے لے کر فراغت تک جتنے بھی اساتذہ سے علم دین حاصل کیا اور وہ اساتذہ اب اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا انتقال ہو گیا ہے ان سارے اساتذہ کے مختصر حالات، ان کی خوبیاں اور اوصاف حسنہ کو اس کتاب میں بیان کیا ہے، ویسے تو دنیا میں ہزاروں شاگرد ہوتے ہیں لیکن جن کے دلوں میں اپنے اساتذہ کی قدر، ان کی محبت وعظمت اور ان کے احسانات کا احساس ہوتا ہے وہ کبھی اپنے اساتذہ کو نہیں بھولتا ہے، چاہے وہ کتنے بڑے مقام اور مرتبے کو کیوں نہ پہنچ جائے ،اور ویسے طلباء کی علمی و روحانی ترقی بھی دراصل اساتذہ کی محنتوں اور ان کی دعاؤں کا صلہ ہوتی ہے ،اساتذہ رات دن مطالعہ کر کے پڑھاتے ہیں، سمجھاتے ہیں، تربیت کرتے ہیں، جیسے والدین اپنی اولاد کی ترقی اور ان کی کامیابی کے لئے دن رات محنت کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا خوب اہتمام کرتے ہیں ویسے ہی اساتذہ اپنے شاگردوں کی علمی ترقی کے لئے دن بھر پڑھانے کے ساتھ ان کی تربیت کا بھی خوب خیال رکھتے ہیں،اور اپنی آہ سحر گاہی میں طلباء کے لئے جو دل کی کڑھن کے

ساتھ دعائیں فرماتے ہیں وہ پھر شاگردوں کی علمی و روحانی ترقی کو چار چاند لگادیتی ہے،اورشاگردوں کواللہ تعالی علمی وروحانی پروان چڑھاتے ہیں۔

رفیق مکرم نے مکتب سے لے کر فراغت تک ان کے جتنے اساتذہ تھے جو انتقال فرماگئے ہیں ان کے مختصر حالات،ان کی خوبیاں اور اوصاف حسنہ کو نظم ونثر دونوں طرح اجاگر فرمایا ہے، یہ ایک شاگرد کی اپنے اساتذہ سے یقیناً ایک سچی محبت اور قدردانی کی ایک بہترین مثال ہے، دنیا میں ایسے بہت سے شاگرد مل جائیں گے جنہیں اپنے اساتذہ کے نام تک یاد نہیں،اور اساتذہ بھی ربط وتعلق نہ ہونے کی وجہ سے ایسے شاگردوں کو بھول جاتے ہیں۔

رفیق مکرم نے اساتذہ کے حالات کو قلمبند فرما کر دوبارہ ان کو زندہ کردیا ہے، یہ کتاب قدردان اور باوفا شاگرد کے محبت اور دلی جذبات کا ایک قیمتی تحفہ ہے، جسے پڑھ کر دوسرے شاگردوں کے دلوں میں بھی اپنے اساتذہ کی قدر پیدا ہوگی۔

اللہ تعالی رفیق مکرم کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے،اوران کے لئے ان کے والدین اور جملہ اساتذہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، کتاب کو عنداللہ و عندالناس خاص مقبولیت عطا فرمائے،تالیف وتصنیفی میدان میں مزید زور قلم عطا کرے، دین کے ہر شعبہ میں اللہ تعالی ان سے مفید اور نفع بخش کام لیتے رہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(مفتی) آصف بلبلیا لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ

خادم جامعۃ الکوثر لاجپور، سورت، گجرات، انڈیا

۲۰ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز شنبہ

از: مرتب

غم کھا کر خوشی دیتے ہیں وہ
دل جلا کر روشنی دیتے ہیں وہ
پاک پیشہ ہے معلم نام ہے
کرنا دینی بیداری ان کا کام ہے
اخلاق کی بنیاد اٹھاتا ہے مدرس
انسان کو انسان بناتا ہے مدرس

## استاذ عظیم راہ نما ہے

استاذ کا پیشہ انتہائی مہذب اور ذمہ دارنہ ہے، استاذ سے ہم دین سیکھتے ہیں، استاذ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ملفوظ سے لگائیے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے مجھے ایک لفظ بھی سکھایا اس نے مجھے غلام بنالیا، اب چاہے وہ مجھے فروخت کردے، چاہے مجھے غلام بنالے۔

استاذ ایک ایسا چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے، استاذ وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن، مہر ومحبت، اور دوستی کا پیغام پھیلاتا ہے، استاذ ایک ایسا رہنما ہے جو انسان کو گمراہی سے نکال کر صحیح منزل کی جانب گامزن کرتا ہے۔

## ایک کڑوا سچ

تاریخ گواہ ہے جس قوم نے بھی استاذ کی قدر کی وہ دنیا میں سربلند و سرفراز ہوئی، اور جس قوم نے اساتذۂ کرام کی قدر نہ کی وہ ذلت وخواری وپستی کا شکار ہوئی، آج امت مسلمہ کا حال دیکھ لیجئے، کہیں کہیں خال خال اساتذۂ کرام کی قدر کی جاتی ہے، ورنہ ہر جگہ ناقدری کا بازار گرم ہے، اور ناقدری ہر اعتبار سے ہے، عزت واحترام دینے کا معاملہ ہو، یا ان کی تنخواہ اور پگار کا، ہر چیز میں ناقدری اپنی انتہا اور چرم کو پہنچی ہوئی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ خاص کر ہمارے گجرات کے طلباء اعلی دینی علوم (مراد حفظ قرآن، عالم دین ومفتی کا منصب ہے) کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے، یہ سب ہماری جان بوجھ کر کی جارہی غفلت اور بے توجہی اور انانیت کا نتیجہ ہے، گجرات کے مدارس میں جاکر دیکھ لیجئے، معائنہ کیجئے گجرات کے طلباء کتنے ہیں؟

یہ سب مدرس ومعلم اور ائمہ مساجد کی ناقدری کا نتیجہ ہے، اگر اب بھی نہ جاگے تو............اللہ تعالی منتظمین، مہتمم حضرات ومتولیان مساجد ومکاتب اور اس سے آگے بڑھ کر پورے مسلم معاشرے کو دین کے خدام کی ہر اعتبار سے صحیح قدر کرنے، ان کے مقام ومرتبہ کو پہچاننے اور ان کو واجب حق الخدمت دینے کہ جس سے ان کا بآسانی گذر بسر ہو سکے توفیق مرحمت فرمائے، اور اساتذۂ کرام کو بھی اپنا مقام پہچاننے کی توفیق دے، آمین۔

## انما بعثت معلما

اساتذۂ کرام کی اس سے بڑی فضیلت کیا ہوگی کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق یوں فرمایا کہ ''انما بعثت معلما ،، میں تمہارے درمیان معلم (استاذ) بنا کر بھیجا گیا ہوں، نیز فرمایا کہ ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمه،، تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے،،

## دعائیہ کلمات

بندہ اپنے تمام اساتذۂ کرام کا دل سے ممنون وشکرگزار ہیں کہ انہوں نے مجھ جیسے کندۂ ناتراش کو پڑھنے، لکھنے، دین کو سمجھنے اور اس پر چلنے لائق بنایا، اللہ تعالی ان کو اس کا بھرپور اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے، آمین

اس کتاب میں بندے نے اپنے چندان اساتذۂ کرام کا مختصر ذکر خیر پیش کیا ہے جو اب اس دنیا میں نہیں ہے، باری تعالی کی آغوش رحمت میں پہنچ چکے ہیں، اللہ تعالی تمام کی بھرپور مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے اور ان کی تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، آمین۔

## گزارش

چونکہ انسان کمزور واقع ہوا ہے اس لئے یقیناً اس کا ہر کام نقص، کمزوری اور کوتاہی لئے ہوتا ہے، اس کتاب میں بھی اس کا امکان ہی نہیں بھرپور امکان ہے، اس لئے قارئین سے دست بستہ درخواست ہے کہ جو غلطی بھی کتاب میں نظر آئے اس سے

بندے کو ضرور مطلع کرے، عنایت ہوگی۔

## کرم الٰہی

یہ چند کاغذات جو سیاہ کر پایا وہ سب اساتذہ کی محنت، ان کی توجہ اور ماں باپ کی دعا اور مالک کا کرم ہے، اس میں بندے کا کوئی کمال نہیں ہے، کسی شاعر نے کتنی پتہ کی بات کہی ہے اس میں کچھ ترمیم کے ساتھ ۔

کیا فائدہ فکر کم وبیش سے ہوگا
میں کیا ہوں جو کوئی کام مجھ سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے اس کے
جو کچھ ہوگا اسی کے کرم سے ہوگا

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو حضرات اساتذۂ کرام کے کچھ حالات محفوظ ہو جائے، دوسرے ہمیں ان کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں سے رہنمائی حاصل ہو سکے، نیز چونکہ وہ دینی خدمات تا حیات کرتے رہے اور بقول آقا کے فرمان **خیر کم من تعلم القرآن وعلمه**، تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے،، یہ حضرات بہترین لوگ تھے، نیک لوگ تھے، میں اللہ تعالی کی کریم ذات سے نیک فالی لیتا ہوں کہ وہ بھی ان کی برکت اور ان کے ساتھ نسبت کی وجہ سے مجھے بھی نیک بنا دے،''**احب الصالحین ولست منهم،لعل الله یرزقنی صلاحا**،،

نیک نہیں ہوں مگر نیکوں سے محبت رکھتا ہوں
ان کی برکت سے مجھے بھی کردے نیک یہ امید رکھتا ہوں
جو ہے بندے ترے نیک تو کرتا ہے ان سے پیار
اس گنہگار کا بھی کر تو ساتھ ان کے شمار

(سلام لاجپوری)

باری تعالی اس گلدستہ عقیدت کو شرف قبولیت بخشے،اور بندے کے لئے فلاح دارین کا اس کو سامان بنائے،آمین۔

درس گاہوں میں جو یہ استاد ہوتے ہیں
حقیقت میں یہی تو قوم کی بنیاد ہوتے ہیں
یہی رکھتے ہیں شہرِ علم کی ہر راہ کو روشن
ہمیں منزل پہ پہنچا کر کتنا شاد ہوتے ہیں
برستے ہیں ساون کی طرح پیاسی زمینوں پر
انہیں کے فیض سے اجڑے چمن آباد ہوتے ہیں
اگر روحانیت سے باہمی رشتہ جڑے واصف
تو پھر شاگرد بھی استاد کی اولاد ہوتے ہیں

اک دن سب کو موت کا پیام آنا ہے
جو آیا جہاں میں اسے جانا ہے
دادی ہو یا دادا نانی ہو یا نانا ہے
سب کو اک دن جہاں سے جانا ہے
زندگی کا سفر لگتا سہانا ہے
موت کو تو چاہئے بس اک بہانا ہے
فانی زندگی کا بسلام. بس اتنا سا فسانہ ہے
سانس ہوا بند کہ آدمی افسانہ ہے

(سلام لاچپوری)

زندگی کا عجب ہے ویزا
کب بلالے خدا نہیں معلوم
اس میں توسیع بھی ہے ناممکن
اور ہے کیا میعاد نہیں معلوم

موت سے کس کو مفر ہے
وہ سب کا ہم سفر ہے
موت سب کو آنی ہے
یہ جہاں جہان فانی ہے
کوئی آج گیا کل کسی کی باری ہے
رہتا روز موت کا سفر جاری ہے
ہو چاہے ان پڑھ یا کوئی دانا
بسلام بسب کو ہے دنیا سے اک دن جانا

(سلام لاجپوری)

اللہ تبارک وتعالی نے ہر انسان کو اس دنیا میں ایک خاص وقت تک کے لئے بھیجا ہے، انسان یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا ہے، اور نہ کوئی اس دنیا میں ہمیشہ رہ سکتا ہے، انسان دنیا میں آنے میں بھی اللہ تعالی کا محتاج تھا اور جانے میں بھی محتاج ہے ۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے
بشر کو بھی چاہئے کہ خیال قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب رسول خدا نہ رہے

قرآن کریم کا اٹل فیصلہ ہے ’’کل نفس ذائقة الموت ،، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، قطب ہو، ابدال ہو، نیک ہو، بد ہو، ولی ہو، نبی ہو، کوئی ہو۔

## جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر دن لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، کوئی دنیا میں آرہا ہوتا ہے تو کوئی دنیا سے جا رہا ہوتا ہے، بقول شاعر ؎

کندہ کسی کا نگینہ پہ نام ہوتا ہے
کسی کا عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرائے فانی ہے دنیا کہ شام و سحر
کسی کا کوچ اور کسی کا مقام ہوتا ہے

یہ عالم خوشی وغمی کا مجموعہ ہے، کبھی خوشی کا عالم ہے تو کبھی غمی کا ماحول، کوئی کسی واقعہ پر خوش ہو رہا ہوتا ہے تو کوئی غمگین اور رو رہا ہوتا ہے ؎

خدا جن کو عیش دیتا ہے وہاں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

یہ کچھ باتیں موت کے تعلق سے اس لئے تحریر کی کہ اس کتاب میں ان اساتذہ کرام کا تذکرہ ہے جو اس فانی جہان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

نوٹ۔ کتاب میں اساتذۂ کرام کے تذکرہ سے پہلے ان مکاتب اور اداروں

کا بھی مختصر تذکرہ ہے جہاں بندے نے تعلیم حاصل کی ہے۔

ہے تذکرہ ان مکاتب و جامعات کا
جو ہے مراکز دینی و علمی معلومات کا

(سلام لاجپوری)

# بندے نے جن مکاتب و جامعات میں تعلیم حاصل کی ان کا منظوم ذکر خیر

# مدرسہ اسلامیہ،کفلیتہ

مکتب کی تعلیم کا جہاں سے کیا آغاز تھا
استاذ کا بڑا پیارا تدریسی انداز تھا
استاذ نے جب تک نہ سکھایا ا ب ت تھا
بندے کے لئے تو یہ حروف بس اک راز تھا
خدا بستی اور مکتب کو سدا آباد رکھے
اور اساتذہ کو سدا شاداب رکھے
..سلام.. کی ہے یہ بھی چاہت خدا پوری کرے
مکتب دن دونی رات چوگنی ترقی کرے

(سلام لاجپوری)

مکتب میں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱)حافظ یوسف پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ

(۲)مولانا بشیر ڈیگیہ کفلیتوی دامت برکاتہم العالیہ

(۳)مولانا عبدالخالق پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ

# مدرسہ اسلامیہ، لاجپور

لاجپور میں قائم جو مکتب قرآنیہ ہے
نام اس کا مدرسہ اسلامیہ ہے
دی جاتی ہے جہاں طلباء کو دینی تعلیم
ہوتی اس سے مضبوط قوت ایمانیہ ہے
یہاں پڑھے کئی طلباء ہوئے عالم دین
یہ سب فیض فیض مدرسہ اسلامیہ ہے
..سلام.. کی ہے چاہت خدا پوری کرے
مکتب دن دونی رات چوگنی ترقی کرے

(سلام لاجپوری)

لاجپور کے مکتب میں بندے نے جن سے تعلیم حاصل کی ان کے اسماء اس طرح ہے۔

(۱) قاری عبدالحق صاحب دیوان (صوفی) دامت برکاتہم العالیہ

(۲) اسماعیل بن مولانا مرغوب کتھرادا المعروف بہ بھائی میاں رحمہ اللہ

# جامعہ ڈابھیل

بندے نے گجرات کے دار العلوم دیوبند کہے جانے والے ادارے جامعہ اسلامیہ، تعلیم الدین، ڈابھیل، سملک میں حفظ قرآن کریم از اول تا آخر استاذ مکرم حضرت مولانا وصی الرحمٰن صاحب اعظمی (حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی، سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) کے پوتے کے پاس کیا ہے۔

درجہ حفظ کے بعد فارسی اول و فارسی دوم (نصف سال) کی تعلیم بھی جامعہ ہی میں حاصل کی، جامعہ میں جن اساتذۂ کرام کے سامنے شرف تلمذ تہہ کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی یوسف ہانس سملکی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت کے پاس میں نے درجہ حفظ کے داخلہ کا امتحان دیا تھا، اس وقت حضرت درجہ حفظ کے استاذ تھے، اسی سال حضرت کا فارسی اول کی تدریس کے لئے انتخاب ہوا تھا، بندے نے حضرت سے درجہ فارسی اول پڑھا ہے۔

(۲) حضرت مولانا وصی الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ پورا قرآن کریم بندے نے آپ کے پاس حفظ کیا۔

(۳) قاری عبدالرحمٰن صاحب بزرگ (نانا) دامت برکاتہم العالیہ فارسی اول میں درجہ تجوید کے استاذ۔

(۴) قاری اشرف صاحب کوکنی، درجہ حفظ کے درجہ تجوید کے استاذ۔

(۵) قاری یوسف صاحب وانکانیری دامت برکاتہم العالیہ درجہ حفظ کے درجہ تجوید کے استاذ۔

(٦) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر سورتی دامت برکاتہم العالیہ درجہ فارسی دوم کے استاذ تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کا سایہ عاطفت تادیر بعافیت قائم رکھے، آمین

آپ رہو سلامت ہزار برس
ہر برس کے ہو دن پچاس ہزار

جامعہ ڈابھیل کے تعلق سے بندے کا ایک منظوم کلام پیش ہے۔

جامعہ تعلیم الدین ہے مرکز ایمانی
مولانا احمد بھام کی ہے علمی نشانی
جہاں سے کیا ہے بندے نے حفظ قرآنی
ہے آج بھی ذہن میں تازہ یادیں پرانی
دی جاتی ہے یہاں عمدہ تعلیم قرآنی
ہے سارے اساتذہ عالم ربانی
ہوتی ہے صبح و شام خوبصورت تلاوت قرآنی
آتے ہیں نظر چہرے خوب نورانی
برستا ہے یہاں سدا فضل رحمانی

دی جاتی ہے طالب چ کو ہر سہولت و آسانی
سمجھایا جاتا ہے خوب فقہ نعمانی
رہ چکے ہیں یہاں مدرس انور و شبیر عثمانی
بسلام. کی ہے دعا خدا رکھے باغ احمد کو سلامت
نہ لگے اسے اپنوں کی نظر، نہ نظر شیطانی

# مفتاح العلوم ،تراج

مفتاح العلوم تراج،سورت، گجرات،انڈیا میں ایک چھوٹے سے قریہ میں قائم دینی ادارہ ہے،اس کے بانی ومہتمم،فخر گجرات حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی رحمہ اللہ ہے،مرحوم کو یہ شرف حاصل رہاہے کہ آپ از ہر ہند،ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں سرزمین گجرات سے تعلق رکھنے والے مدرس اول تھے،شروع میں مفتاح العلوم میں کہاں تک تعلیم دی جاتی تھی اس کا تو بندے کوعلم نہیں،البتہ جب میں طالب علم تھا اس وقت ناظرہ،درجہ حفظ،اور درجہ عالیت میں عربی سوم تک کے درجات تھے،بعد میں دو درجہ اور تعلیم ہونے لگی یعنی عربی پنجم تک، گذشتہ چندسالوں سے ماشاءاللہ دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہورہی ہے،بندے نے درجہ عالیت کے دوسال ’’فارسی اول وعربی اول،،کی تعلیم مدرسہ ہذامیں حاصل کی ہے،فارسی دوم کا درجہ یہاں پرنہیں تھا،شاید اب بھی نہ ہو۔

مفتاح العلوم میں جن اساتذۂ کرام سے علمی فیض حاصل کیا ان کے اسماءاس طرح ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی امین صاحب اورنگ آبادی رحمہ اللہ

(۲) حضرت مولانا شعیب صاحب ویسموی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب بہاری دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا قاری نظام الدین صاحب ارنالوی دامت برکاتہم

مفتاح العلوم میں ہے قائم علمی بہار
ہوتا ہے جہاں درس قرآن و حدیث لیل و نہار
یہ علمی چمن ہے فخر گجرات کی یادگار
تھے مرحوم جید الاستعداد متقی و پرہیزگار
یہاں سے کیا جس وقت بندے نے علمی حصول
تھے مدیر بھائی امین، تھی نظامت شاندار
کرتے تھے اساتذہ خوب محنت
ہے دل میں موجود آج بھی ان کی عظمت
خداتمام خدام کو جزائے خیر عطا کرے
اور علم وعمل میں خوب برکت عطاکرے

# دار العلوم اشرفیہ، راندیر

دار العلوم اشرفیہ، راندیر جو صرف گجرات کی نہیں بلکہ پورے انڈیا کی قدیم و مشہور دینی دانش گاہ ہے، ام المدارس دار العلوم دیوبند کے قیام کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، دار العلوم دیوبند کا قیام ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں عمل میں آیا تھا، دار العلوم اشرفیہ، راندیر کا قیام ۱۲۸۶ھ میں عمل میں آیا یعنی دار العلوم دیوبند کے قیام کے تین سال بعد، استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی عارف حسن صاحب عثمانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دار العلوم اشرفیہ کا قیام کونسے ہجری سال میں ہوا اس کو یاد رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے جتنی حدیثیں مروی ہیں وہ figure (عدد) یاد رکھا جائے، وہ ہے ’’۱۲۸۶،،۔

بندے نے دار العلوم اشرفیہ میں عربی دوم سے لیکر عربی پنجم تک چار سال تعلیم حاصل کی ہے۔

دار العلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث ہونے کا شرف بندے کی سر زمین لاجپور کے ایک سپوت کے حصہ میں آیا ہے، ان کا اسم گرامی ہے ’’حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحبؒ،، ایک طویل عرصہ تک آپ نے دار العلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا ہے، آپ کے درس میں جامعہ حسینیہ راندیر کے مایہ ناز استاذ و مفتی حضرت مولانا مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ نے جامعہ حسینیہ سے ایک سال کی رخصت لے کر شرکت فرمائی تھی، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ دار العلوم دیوبند

میں بھی مدرس رہے ہیں،اس سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی علمی قابلیت اور آپ کے درس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دار العلوم اشرفیہ مادر علمی ہے
یادیں اس کی دل میں بستی ہے
ہر صبح یہاں علمی محفل سجتی ہے
راندیر نیک لوگوں کی بستی ہے
ہے دار العلوم کی مسجد دیدہ زیب
جو نگاہوں میں خوب جچتی ہے
فضا یہاں کی قال اللہ وقال الرسول سے گونجتی ہے
جس سے ہردم رحمت ایزدی برستی ہے
قال اللہ و قال الرسول کے نغموں سے
دل کی دنیا ہوتی روشن اور چمکتی ہے
اساتذہ کی قرآن و حدیث کی تشریحات
کانوں میں رس ایمان کا گھولتی ہے
علم فقہ پر کرتے ہیں جب وہ کلام
فقہ کی باریک گتھیاں سلجھتی ہے
نورانی ماحول میں وقت گذاری سے

دین سے محبت روز بروز بڑھتی ہے
مادر علمی احمد اشرف کی دلاتی ہے یاد
تو یعقوب اشرف کی الفت رلاتی ہے
ہو تمام خدام کے علم و عمل میں برکت
نصائح ان کی آج بھی راہ راست دکھاتی ہے
..سلام.. کی ہے دعا باغ اشرف آباد رہیں
اس کے تمام خدام فکر وغم سے آزاد رہیں

دارالعلوم میں جن اساتذۂ کرام کے سامنے بندے نے شرف تلمذ تہی کیا ان کے اسماء گرامی اسطرح ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ

(۲) حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا حیدر صاحب مہاراشٹری دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا حسین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ

(۵) حضرت مولانا ایوب صاحب سیدھپوری دامت برکاتہم العالیہ

(۶) حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۷) حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی رحمہ اللہ

(۸) حضرت شیخ الحدیث قاری رشید احمد صاحب اجمیری دامت برکاتہم العالیہ

(۹) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ

(۱۰) حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری نوراللہ مرقدہ

(۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب پاتوڑوی دامت برکاتہم العالیہ

(۱۲) حضرت مولانا قاری یونس صاحب پانولوی دامت برکاتہم العالیہ

(۱۳) حضرت مولانا محی الدین صاحب المعروف بہ قاضی ماماراندیری رحمہ اللہ

(۱۴) حضرت مولانا سلیمان صاحب منوبری دامت برکاتہم

# جامعہ حسینیہ، راندیر

راندیر میں دو دار العلوم ہیں، ایک دار العلوم اشرفیہ، دوسرے جامعہ حسینیہ، یہ وہی ادارہ ہے جس میں فقیہ العصر، سید السادات، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے درجہ عالمیت کی تعلیم مکمل کی تھی، بندے نے جس زمانہ میں جامعہ میں تعلیم حاصل کی اس وقت مہتمم تھے حضرت مولانا اسماعیل ملا (موٹا) صاحب رحمہ اللہ، مرحوم کے دو عمل بڑے مشہور تھے۔

(۱) راندیر کے عید گاہ میں نماز عیدین کا خطبہ (۲) نکاح خوانی، بندہ کا نکاح بھی مدرسہ اسلامیہ، صوفی باغ، سورت کی شاخ جورا مپورہ میں ہے اس میں حضرت مہتمم صاحبؒ نے ہی پڑھایا تھا، نکاح سے پہلے محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کا پر مغز بیان ہوا تھا۔

بندے نے جامعہ حسینیہ میں دورۂ حدیث پڑھا تھا، اس وقت شیخ الحدیث تھے استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمہ اللہ، اللہ تعالی ہر دو حضرات کی بھرپور مغفرت فرمائے، تمام دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے، آمین۔

بندے نے جامعہ میں جن اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا تھا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا رحمہ اللہ

(۲) حضرت مولانا محمود شبیر راندیری رحمہ اللہ

(۳) حضرت مولانا خالد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۴) حضرت مولانا قاسم صاحب کاٹھیاواڑی دامت برکاتہم العالیہ

(۵) حضرت مفتی عقیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۶) حضرت مولانا غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

راندیر نیک لوگوں کا قریہ ہے
بہتا جہاں علم کا دریا ہے
اک کا ہے نام دار العلوم اشرفیہ
دوسرے کا نام جامعہ حسینیہ ہے
بندے کی جہاں ہوئی عالمیت کی تکمیل
نام اس کا جامعہ حسینیہ ہے
سارے ہی اساتذۂ کرام
میرے رہبر اور قیمتی سرمایہ ہے
اساتذہ نے یقین کے جو بیج بوئے تھے
دور پر فتن میں اسی نے ایمان بچایا ہے
اے مادر علمی رہیں گے ترے مقروض ہم
تو نے ہی دل کی دنیا میں کیا اجالا ہے

ہے تو امیدوں کا محور و مرکز
اور علمی دنیا کا روشن منارا ہے
بسلام. کی ہے دعا جامعہ کا فیض عام ہو
علمی دنیا میں خوب اس کا نام ہو

جو بھی اساتذۂ کرام ہے
سب لائق صد احترام ہے
سکھانا دین نسلوں کو ان کا کام ہے
کرتے وہ ہم پر عظیم احسان ہے
خدا دارین میں ان کو بہتر صلہ عطا کرے
سلام کی یہ دعا قبول خدا کرے

(سلام لاجپوری)

# اساتذۂ کرام

آؤگے آپ ہمیں یاد تاحیات
نہ بھولیں گے آپ کی تعلیمات

جوآرام طلب ہوتاہےعلم کی دولت کھوتاہے
جوہوتاہےعلم کاطالب وہ رات کودن کردیتاہے
(سلام لاجپوری)

# حافظ یوسف پٹیل کفلیتوی رحمہ اللہ،سابق مدرس، مدرسہ اسلامیہ کفلیتہ

تھے مکتب کے استاذ اول
آتے تھے مدرسہ میں سب سے اول
مدرسہ کا وقت ہو جانے پر بجاتے تھے بیل
دیتے تھے پیغام کے آنے میں ہو نہ جائے دیر
تھا چہرہ نورانی و پر نور
فضولیات سے رہتے تھے دور
تھی مزاج میں عاجزی و انکساری
جس سے ہوتی ہے راضی کبریائی
صف اول کے تھے نمازی
خدا کی رضا میں تھے رہتے راضی
تھے طبیعت کے بڑے نرم مزاج
بڑے باحیا اور شرم مزاج
تدریس میں تھا مار کٹائی سے پرہیز
اسی طرز پر پہنچایا تاحیات دینی فیض
تھا تدریس کا پیارا اور نرالا انداز
چھوٹی موٹی کوتاہی کو کرتے تھے نظر انداز
دی طویل عرصہ تدریسی خدمت انجام

خدا عطا کرے جنت الفردوس میں بلند مقام
طلباء آج بھی کرتے ہیں ان کو یاد
کہتے ہیں حضرت تھے استاذ مایہ ناز
سلام نے پڑھی ہے مرحوم سے ا ب ت کی تختی
بڑی شفقت سے پڑھایا نہیں کی بالکل بھی سختی

(سلام لاجپوری)

## چند خوبیاں

استاذ مرحوم حافظ یوسف بن مولانا ابراہیم پٹیل رحمہ اللہ کا وطن کفلیتہ تھا، حافظ قرآن تھے، پنج وقتہ نماز ہمیشہ صف اول میں ادا فرماتے تھے، کفلیتہ کی جامع مسجد کے بالکل سامنے قبلہ رخ آپ کا مکان تھا، چہرہ خوب نورانی تھا، مدرسہ اسلامیہ، کفلیتہ میں طویل عرصہ مکتب کے بچوں کو دین پڑھایا، کم گو طبیعت کے مالک تھے، کام سے کام رکھتے تھے، مزاج میں نرمی تھی، تدریس میں ضرب، یضرب کی گردان کے استعمال سے پرہیز تھا، احقر کے مکتب کے استاذ اول تھے، اللہ تعالی حضرت مرحوم کی تمام دینی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے، جنت الفردوس میں بلند مقام سے نوازے، آمین

## مکان

استاذ مرحوم کا مکان بالکل پرانی بناوٹ پر تھا، گھر کا جو مین دروازہ تھا وہ کافی نیچا تھا، حضرت کا قد تو چھوٹا تھا مگر جن کا قد اونچا ہو ان کو حضرت رحمہ اللہ کے مکان میں

جاتے وقت جھکنا پڑتا تھا،حضرت کی زندگی بھی مکان کی طرح بالکل سیدھی سادی تھی اور مکان واندرون مکان کا حال بھی بالکل آپ کی طبیعت کی طرح سادہ ہی تھا۔

## آغاز تعلیم

بندہ نے اپنے مکتب کی تعلیم کا آغاز اپنے ننھیال یعنی گاؤں کفلیتہ سے کیا تھا،حضرتؒ میرے مکتب کے استاذ اول تھے۔

## درس گاہ

استاذ مرحوم کی درس گاہ ''مدرسہ اسلامیہ،، کی جو عمارت ہے اس میں مسجد کے ساتھ جو گلی ہے وہاں سے مدرسہ کے main gate سے داخل ہوکر بائیں ہاتھ پر یعنی left hand پر تھی۔

ایک بڑا ہال تھا جس میں دو استاذ پڑھاتے تھے پہلی درس گاہ حضرت استاذ مرحوم کی تھی اور دوسری حضرت حافظ احمد بھولا کی تھی،مرحوم اپنے نام سے زیادہ اپنی سرنیم (اٹک) سے ہی پہچانے جاتے تھے،گاؤں میں عام طور پر لوگ انہیں بھولا مولوی ساب یا بھولا مولساب (مولوی صاحب) کہہ کر پکارتے تھے،ہال میں روزانہ مدرسہ کی چھٹی سے پہلے کچھ طلباء ساتھ مل کر بآواز بلند پنچ کلمہ اور ایمان مجمل وایمان مفصل کی مشق کرتے تھے، اسی ہال میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ بھی منعقد ہوتا تھا۔

## ددھیال اور ننھیال

بندہ کا ننھیال ''کفلیتہ،، اور ددھیال ''لاجپور،، ہے،احقر کی پیدائش اپنے

ننھیال ''کفلیتہ،، کی ہے، میں نے مکتب کی زیادہ تر تعلیم اپنے ننھیال کفلیتہ میں حاصل کی ہے، لاچپور کے مکتب میں بھی تعلیم حاصل کی ہے مگر بہت کم۔

جانے والے چلے تو جاتے ہے
پر یاد بہت آتے ہیں

(سلام لاجپوری)

# استاذ مرحوم حضرت مولانا
# عبد الخالق پٹیل صاحب کفلیتوی
# نور الله مرقده

تھے مکتب کے استاذ ثانی
جاچکے ہیں چھوڑکر جہان فانی
کی طویل عرصہ خدمت قرآنی
خدا قبر کو کرے نورانی
تھے حافظ قرآن و عالم ربانی
چھلکتا تھا پیشانی سے نور ایمانی
بچپن میں آپ سے ہی تھا سیکھا
پڑھنا قرآن کو ترتیل قرآنی
بنایا بیٹوں کو بھی حافظ قرآن
زبان پہ رہتا تھا جاری ذکر سبحانی
سنتے تھے طالب کی بات بغور
نہ تھی مزاج میں من مانی
کرتے تھے مسنون اعتکاف
کرتے تھے اس میں خوب تلاوت قرآنی
چائے کے تھے عاشق و دلدادہ
طبیعت رہتی تھی اس کے لئے آمادہ

بیماری کے ایام بڑے صبر سے گزارے
بحالت ایمان دنیا سے سدھارے
ہے سلام کی دعا خدا قبول کرے
استاذ مرحوم کی خدمات قبول کرے

(سلام لاجپوری)

## دوجگہ قابل ذکر ہیں

استاذ مرحوم نے مختلف جگہوں پر تدریسی خدمت انجام دی، ان میں دو جگہ قابل ذکر ہیں (۱) آبائی وطن کفلیتہ (۲) پڑوس کی بستی لاجپور جہاں آپ کا سسرال بھی تھا، تدریس کے ساتھ دونوں جگہ منصب امامت پر بھی کچھ عرصہ فائز رہے۔

## سب سے بہتر شخص

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ،، (رواہ البخاری)

تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے۔

حضرت الاستاذ نے پوری زندگی جب تک صحت نے ساتھ دیا دین کے مختلف شعبے میں خدمت انجام دی، آپ کی پوری زندگی اس کا مصداق تھی ؎

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہوجائے
ہراک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہوجائے

## مشق

جوطلباء ناظرہ قرآن کریم پورا کر لیتے ان کوقرآن کریم کے چندرکوع اور چند آیات ترتیلامشق کرواتے تھےاوراسے زبانی بھی یادکراتے تھے،بندے نے بھی سب سے پہلے حضرتؒ ہی سے ترتیلاقرآن کریم پڑھنا سیکھا تھا،وہ حصہ یہ تھا۔

(۱)اقم الصلوۃ لدلوک الشمس پورارکوع

(۲)وسیق الذین کفروا پورا رکوع

(۳) سورۂ حشر کی آخر کی تین آیتیں ھو اللہ الذی سے وھو العزیز الحکیم تک

(۴) سورہ طٰہٰ کی آٹھ آیتیں وما تلک بیمینک یموسی سےلیکر اذھب الی فرعون انہ طغی تک

(۵) سورہ مریم کی سات آیتیں واذکر فی الکتب موسی سےلیکر ورفعناہ مکانا علیا تک.

## تسبیح

ذکرخدا کے لئے ہاتھ میں ہمیشہ تسبیح رہتی تھی،ہمارے بزرگوں کے یہاں بھی تسبیح کا استعمال رہاہے،تسبیح کا سب سے بڑافائدہ یہ ہے کہ تسبیح اللہ تعالی کی یاددلاتی ہے تسبیح کی وجہ سے چلتے پھرتے،اٹھتے بیٹھتے ذکرخدا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

حکیم الامت ،مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے

حالات میں لکھا ہے کہ حضرت کے پاس اپنے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی استعمال شدہ تسبیح تھی، کافی وزنی موٹے دانے والی، حضرت تھانویؒ بھی کبھی کبھی اس کا استعمال فرماتے تھے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ایک ہے نماز کے بعد تسبیح پڑھنا، دوسرا ہے عام حالات میں تسبیح پڑھنا، نماز کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے ۳۳۔۳۳۔۳۴ مرتبہ جن کی مجموعی تعداد ایک سو(۱۰۰) ہوتی ہے ویسے اگر جلدی ہو تو ان تسبیحات کو دس دس مرتبہ بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ عدد بھی روایت میں آیا ہے۔

نماز کے بعد کی تسبیح میں دھاگے والی تسبیح یا آج کل جو الیکٹرونک تسبیح ہوتی ہے اس کے استعمال کو نماز کے بعد والی تسبیحات کے لئے استعمال کرنے کو علماء نے پسند نہیں کیا ہے، ان تسبیحات کو نماز کے بعد پڑھتے وقت ہاتھ کی انگلیوں پر ہی شمار کیا جائے یہی زیادہ بہتر صورت ہے، ویسے عام حالات میں دھاگے والی تسبیح کو استعمال کرے یہ ٹھیک ہے۔

نماز کے بعد کی جو تسبیحات ہم ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کرتے ہیں اس میں لوگ عموماً دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا استعمال کرتے ہیں، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول یہی رہا ہے کہ آپ ایک ہی ہاتھ کا اور وہ بھی دایاں یعنی سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر نماز کے بعد والی تسبیحات کو شمار کیا کرتے تھے، تسبیحات میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) تسبیحات کی مجموعی تعداد سو سے زائد نہ ہونے پائے۔

(۲) ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیحات کو شمار کرے۔

(۳) سیدھے ہاتھ کا استعمال کرے۔

(۴) نماز کے بعد والی تسبیح کے لئے مروجہ تسبیح کا استعمال کرنے کے بجائے ہاتھ کی انگلیوں کا استعمال کرے، یہ زیادہ بہتر ہے۔

## ٹوپی

استاذ مرحوم طویل القامت تھے، رنگ گندمی تھا، آنکھوں پر عینک لگاتے تھے، سر پر لمبی ٹوپی سجاتے (پہنتے) تھے جس کا استعمال ہمارے بہت سے بزرگوں کے یہاں رہا ہے، ویسے ہمارے اطراف میں بلکہ پورے گجرات میں ایسی ٹوپی کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

## عربی رومال

ہمیشہ اپنے ساتھ عربی رومال رکھتے تھے جس کو ہماری طرف ''kasida'' بھی کہا جاتا ہے، اکثر یہ رومال حجاج کرام اور عمرہ کے مبارک سفر پر جانے والے مسلمان مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے خرید کر لاتے ہیں، اور اسے دوستوں، رشتہ داروں، جان پہچان والوں کو بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، اس رومال کے استعمال کا بھی ہمارے بہت سے بزرگوں کا معمول رہا ہے اور آج بھی ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اس رومال کا استعمال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی

طرح کئی طرح کے کام دیتا ہے،قرآن کریم میں ہے’’ **وما تلک بیمینک یموسی** ،،اے موسی!تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

جواب میں حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا’’ **قال ھی عصای اتوکوا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری** ،،یہ عصا ہے جس پر میں کبھی سہارا لیتا ہوں اور کبھی اس کو درخت پر مار کر اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی کچھ اور کام اس سے لیتا ہوں۔

اسی طرح عربی رومال کا استعمال بھی مختلف کاموں کے لئے ہوتا ہے مثلاً

(۱)وضو کے بعد اعضاء وضو پونچھنے کے لئے۔

(۲)بیان وتقریر کے وقت گھٹنوں پر بھی ڈالا جاتا ہے۔

(۳)دوران سفر نماز پڑھنے کے لئے جائے نماز کا بھی کام لیا جاتا ہے۔

(۴)ضرورت پڑنے پر اس میں بازار سے خریدی ہوئی اشیاء بھی رکھ کر لاتے ہیں۔

(۵)موسم سرما میں ٹھنڈ سے بچنے کے لئے اس سے سر،کان اور چہرہ بھی ڈھک سکتے ہیں،کچھ لوگ ایسا کرتے بھی ہیں۔

(۶)زمین پر بیٹھتے وقت کوئی چیز زمین پر بچھانے کی نہ ہو تو اس سے بچھونے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

(۷)ضرورت کے وقت اس سے گرد جھاڑنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

(۸) بعض لوگ اسے عمامہ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہے۔

جو لوگ اس رومال کو استعمال کرتے ہیں وہ یا تو اسے کندھے پر ڈالے رکھتے ہیں یا پھر ہاتھ میں پکڑے رکھتے ہیں۔

حضرت استاذ مرحوم کے بھی یہ عربی رومال کبھی کندھے پر پڑا ہوتا تھا اور کبھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے رہتے تھے۔

## مسواک

مسواک ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب چیز ہے جس کا استعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرماتے ہوئے بھی کیا تھا، بخاری شریف کی روایت کا مفہوم ہے حضرت عائشہؓ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں پیلو کی تازہ مسواک تھی، آپ نے مسواک کی طرف اس طرح دیکھا جیسے آپ مسواک کرنا چاہتے ہو، حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر دریافت کیا، کیا میں اس کو آپ کے لئے نرم کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت عائشہؓ نے نرم کر کے پیش کردی، حضرت صدیقہؓ بعض مرتبہ فخریہ طور پر فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالی کا انعام ہے کہ اس نے اخیر وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے میرا لعاب دہن ملادیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے جاتے ہوئے آخری عمل تھا، مضمون کی مناسبت سے ایک اور بات یاد آئی۔

ابو داود شریف کی روایت کا مفہوم ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے پھر مجھے مسواک دیتے تاکہ اس کو دھودوں تو (دھونے سے) پہلے میں خود اس سے مسواک کرتی (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی برکت مجھے حاصل ہو) پھر دھو کر آپ کو پکڑاتی۔

مسند امام شافعی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔

مسواک کے استعمال کے ویسے تو علماء نے کئی مواقع لکھے ہیں مگر بطور خاص نماز سے پہلے جو وضو کرتے ہیں اس وقت اس کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔

امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں ''کتاب الطھارۃ،، میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''باب ما جاء فی السواک ،،عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوة.

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت کے حق میں دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس لئے ہر نماز کے وقت جو وضو کیا جاتا ہے اس وقت خاص طور سے مسواک کا استعمال کرنا چاہئے۔

فقیہ وقت ابن الہمامؒ نے مسواک کو پانچ جگہ مستحب قرار دیا ہے

(۱) جب دانت پیلے پڑ جائے

(۲) جب منہ میں بدبو پیدا ہو جائے

(۳) جب آدمی نیند سے بیدار ہو

(۴) وضو سے پہلے (فتح القدیر ج ا ص ۲۲)

(۵) نماز سے پہلے

حضرت استاذ مرحوم کو کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ بطور خاص وضو سے پہلے مسواک کا استعمال فرماتے تھے۔

نماز کو قیمتی بنانے میں مسواک کا خاص اثر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے ستر (۷۰) گنی فضیلت رکھتی ہے (شعب الایمان للبیہقی)

نمبر پانچ پر آیا کہ نماز سے پہلے مسواک کرنی چاہئے، اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر وضو نماز سے متصل کی ہے تو وضو سے پہلے مسواک کرنا کافی ہے اور اگر دونوں میں فصل ہے جیسے عصر کے لئے وضو کی تھی پھر اسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو نماز سے پہلے بھی مسواک کرنی چاہئے۔

اگر نماز سے پہلے صرف مسواک کرے تو احتیاط سے کرے تاکہ خون نہ نکلے

کیونکہ احناف کے نزدیک خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک اگر چہ خون نکلنا ناقض وضونہیں مگر خون ناپاک ہے اس کونگلنا جائز نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں مسواک کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے صاحب ''بدرالمنیر ،، لکھتے ہیں کہ سو سے بھی زیادہ حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک کے متعلق نقل کی گئی ہیں، اس کے بعد بہت ہی عجیب جملہ لکھا ہے، لکھتے ہیں کہ ''بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسی سنت جس کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی حدیثیں ارشادفرمائی ہیں اس کو بہت سے مسلمان ترک کرتے ہیں اور پھر عام مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے فقہاء بھی اس کے تارک بنے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا خسران کی بات ہوگی )

صاحب ''نہر الفائق ،، نے مسواک کے تقریباً تیس کے قریب فائدے بیان کئے ہیں، اور لکھا ہے کہ ادنی درجہ تو گندگی کا دور کرنا ہے اور اعلی ترین فائدہ ''تذکرۃ الشہادتین عند الموت ،، ہے۔

نیز لکھا ہے کہ مسواک پر مواظبت یہ دلیل ہے موت علی الاسلام کی کہ انسان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ مسواک کا اہتمام کرنے سے خروج روح کے اندر بھی سہولت ہوتی ہے۔

## چائے

چائے کو استاذ مرحوم بڑی رغبت، شوق اور لذت لیکر پیتے تھے، حضرت سے میں نے کفلیتہ اور لاچپور دونوں جگہ تعلیم حاصل کی ہے، دونوں جگہ میں نے دیکھا کہ ایک برتن میں جس کو ہماری طرف ڈولکی کہا جاتا ہے (اسٹیل کی ہوتی ہے) چھوٹی ڈولکی میں چائے پک کر آتی تھی، حضرت اسے خوب مزے سے نوش فرماتے تھے۔

حضرت الاستاذ کے چائے پینے کا انداز بھی انوکھا اور نرالا تھا، میں نے اپنی اتنی عمر میں کسی کو اس طرح چائے پیتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ چائے میں جب وہ پک کر آجاتی تھی پیسہ ہوا نمک ڈالتے تھے اور پھر اس کو نوش فرماتے تھے۔

چائے ایسا مشروب ہے جس کا استعمال ہمارے اکابر کا یہاں بھی خوب رہا ہے، اس تعلق سے ہمارے اکابر کے کچھ واقعات پیش خدمت ہے۔

(۱) احقر کے دارالعلوم اشرفیہ کے درجۂ تجوید کے استاذ قاری محمد یونس صاحب پانولوی مدظلہ آپ کا چائے پینے کا انداز بھی منفرد تھا، آپ چائے کا ایک گھونٹ بھرتے پھر اس کو چوستے رہتے اور پورے منہ میں گھماتے تھے، چائے کا ہر گھونٹ اسی طرح نوش فرماتے، ایک چھوٹا سا کانچ کا چائے کا گلاس ختم کرنے میں کافی وقت صرف کرتے تھے۔

(۲) حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ملفوظات میں ہے، حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ چائے پر اعتراض کرتے ہیں کہ چائے میں چند

چیزیں خلاف سنت ہیں۔

(۱) بغیر ہاتھ دھوئے پیتے ہیں

(۲) کلی نہیں کرتے

(۳) بسم اللہ نہیں پڑھتے

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حالانکہ پانی میں یہ سنت جاری ہے اس میں بھی کوئی ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ کھجور میں بھی بغیر ہاتھ دھوئے کھائی جاتی ہے، کھجوروں کے کھانے کے لئے کوئی ہاتھ نہیں دھوتا، نہ کلی کرتا ہے بلکہ پان کھانے میں بھی یہ سنتیں ترک ہو جاتی ہیں (ملفوظات فقیہ الامت ج۲ص۳۷)

(۳) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ ہم کراچی حضرت مفتی محمود صاحب (جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے سابق صدر) سے ملنے گئے، چائے آئی احقر اور بھائی صاحب چونکہ دن میں ایک سے زیادہ چائے نہیں پیتے اس لئے ہم نے چائے سے عذر کیا۔

اس پر مفتی صاحب نے فرمایا میں اگر چہ چائے پیتا ہوں لیکن جب کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چائے نہیں پیتا تو بڑی خوشی ہوتی ہے۔

احقر کے ہاتھ میں پان کا بٹوہ تھا میں نے اسکی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ حضرت! یہی معاملہ ہمارا اس چیز کے ساتھ ہے، فرمانے لگے ہاں بھائی! یہ تو چائے سے بھی بدتر چیز ہے (نقوش رفتگاں)

حضرت مفتی محمود صاحبؒ فرماتے تھے کہ چائے میں تین وصف ہونے چاہیے۔

(۱)لب ریز ہو(۲)لب دوز ہو(۳)لب سوز ہو۔

(۴)علامہ رفیق احمد صاحب بھیسانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے ناشتہ کا اہتمام کرایا اور سب ساتھیوں کوایک ایک پیالی چائے دی گئی ، مجھے دو پیالیاں عنایت فرمائیں اورفرمایا اور لوگ تو ہوٹل پربھی جاکر چائے پی لیں گے آپ تو ہوٹل وغیرہ پرنہیں جاسکتے (تذکرہ رفیق الامت ص۴۱۹)

(۵)حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ اکثر رمضان المبارک میں تراویح کے بعد چائے نوش فرماتے، پھروعظ یا اصلاحی مجلس شروع ہوتی، ایک صاحب چائے لیکر حاضرہوئے، حضرت خطیب الامتؒ نے ایک گھونٹ چائے پی اور پیالی زمین پر رکھدی، وہ صاحب کہنے لگے حضرت! میں نے اس میں ادرک ڈالی ہے، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں! مجھے اس کا ادراک ہوگیا تھا (حیات ابرار ص۲۲۹بتغیر)

(۶)حضرت خطیب الامتؒ کے یہاں کچھ مہمان آئے، حضرت نے ان سے پوچھا کہ کیا لوگے چائے یا شربت؟ اس پر مہمانوں نے کہا کہ حضرت ہم پی کر آئے ہیں، حضرت خطیب الامتؒ نے از راہ مذاق فرمایا کہ نکل جاؤ یہاں سے، یہاں پی کر آنے والوں کو داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔

(۷) بندے کے والد صاحبؒ ایک بے تکلف دوست کے یہاں تشریف لے گئے، وہ پوچھنے لگے کہ آپ چائے پیتے ہیں؟ والد صاحبؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم ہی نہیں ہماری تو گھڑی بھی چائے پیتی ہے، یہ ایک محاورہ ہے ہمارے اطراف میں ایک خاص موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے)

(۸) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دیوبند حضرت مولانا سید معراج الحق صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ،حضرت چائے پکانے کے لئے گئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ چائے بنائیں اور ہم بیٹھے رہیں یہ تو اچھا نہیں لگتا بلکہ شرمندگی ہوتی ہے، فرمایا کوئی بات نہیں، آپ میرے ذوق کی چائے نہ بنا سکیں گے (رشد وہدایت کے منارص ۸۵ بتغیر)

(۹) حضرت مولانا انظر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حیدرآباد کے ایک صاحب جو بی،اے پاس اور ہلکے سے دماغی خلل کے مریض تھے، علامہ عثمانی کے یہاں وارد ہوئے اور اپنی غیر ارادی حرکات سے علامہ کو خوب خوب مکدر کیا، علامہ کے یہاں سے راندۂ درگاہ ہوئے تو اپنی تمام حماقتوں کے ساتھ مولانا ادریس صاحب کاندھلوی کے یہاں جا دھمکے، ایک بار میں اور بھائی دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو مولانا ادریس صاحب نے فرمایا ہم تو تھے ہی دیوانے یہ ایک اور دیوانے آ گئے، خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو، پھر ان کو چائے بنانے کا حکم ہوا تو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد چائے لائے جو سر کے بالوں سے زیادہ سیاہ اور ایلوے سے زیادہ

کڑوی تھی (لالہ وگل ص۱۳۲،۱۳۳بتغیر)

زندگی کرتی ہی رہتی ہے مصیبت پیدا
باخدا اس میں بھی کرلیتے ہیں لذت پیدا
فلک دبے گا نہیں زمیں ہٹے گی نہیں
بغیر رنج و الم زندگی کٹے گی نہیں
سمجھ رہا ہوں پڑیں گی مصیبتیں لیکن
تمہارے ساتھ محبت مری گھٹے گی نہیں

(اکبرالہ آبادی)

## رضا برقضا

استاذ مرحوم کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں فالج (لقوہ) ہوگیا تھا، میری ان سے آخری ملاقات اپریل ۲۰۱۵ میں ہوئی تھی، حضرت اپنے بیٹوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر فرنٹ روم میں تشریف لائے، کچھ دیر گفت وشنید ہوئی، پوری ملاقات میں رضا برقضا کا پیکر نظر آئے، یہی حال ان کا تاحیات رہا۔

## مدرسہ پڑھاتے وقت بچوں سے خوب گھول مل جاتے تھے

بچوں کو مدرسہ پڑھاتے وقت بچوں کے ساتھ خوب گھل مل جاتے تھے، بڑی محبت سے پڑھاتے تھے۔

## قرآن کریم سے محبت

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

(حالی)

گرتو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اقبال)

اگر تو چاہتا ہے کہ مسلمان بن کر زندہ رہے تو قرآن کریم کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

## قرآن کریم کے کچھ حقوق ہیں

(۱) ہر مسلمان کو اتنا قرآن کریم زبانی یاد ہو کہ جس سے اس کی نماز مکمل ہو سکے

(۲) قرآن کریم سے محبت

(۳) قرآن کریم کا ادب واحترام

(۴) تلاوت قرآن کا اہتمام

(۵) تلاوت تجوید کی رعایت کے ساتھ کرنا

(٦) اور سب سے بڑھ کر اس کے احکام پر عمل کرنا، یہ سب چیزیں ضروری ہیں تب جا کر آدمی صحیح معنی میں مسلمان کہلاتا ہے۔

## خصوصیات قرآن کریم

قرآن مجید، فرقان حمید اللہ رب العزت کا کلام ہے اسے دوسرے کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو رب کائنات کو اپنی مخلوق پر ہے، قرآن مجید انسانیت کے لئے دستور حیات، منشور حیات، ضابطۂ حیات بلکہ پوری انسانیت کے لئے آب حیات ہے۔

یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کتاب کا دیکھنا بھی عبادت، پڑھنا بھی عبادت، پڑھانا بھی عبادت، سننا بھی عبادت، سنانا بھی عبادت، سمجھنا بھی عبادت اور سمجھانا بھی عبادت اور اس پر عمل کرنا سب سے بڑی عبادت ہے، جس طرح لوہے کو کھینچنے کا مقناطیس ہوتا ہے اسی طرح قرآن مجید اللہ تعالی کی رحمتوں کو کھینچنے کا مقناطیس ہے، قرآن کا محافظ خود اللہ رب العزت ہے، ارشاد باری ہے۔

**انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**

ہم نے یہ نصیحت (قرآن) اتاری اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالی ہی قرآن کریم کے اصلی محافظ ہیں مگر دنیا میں اسباب کے طور پر اللہ تبارک وتعالی نے حفاظ کرام کے سینوں کا انتخاب کیا ہے، مسلمان والدین کے دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان والدین اپنے بچوں کو حفظ قرآن کریم کے حصول کے لئے فارغ کر دیتے ہیں، حضرت استاذ مرحوم بھی

حافظ قرآن تھے۔

## تراویح اور قرآن کریم

قرآن کریم بچوں کو پختہ رہے اس کے لئے بطور خاص رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم کے ختم کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔

جو بھی حفاظ دنیا بھر میں جہاں کہیں تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں ان میں سے اکثر حفاظ کا یہ معمول ہے کہ وہ دن یا رات میں کسی وقت جو کچھ انہیں تراویح میں سنانا ہوتا ہے وہ حصہ یا جتنا حصہ روزانہ تراویح میں پڑھا جاتا ہے کسی حافظ قرآن کو سناتے ہیں۔

استاذ مرحوم جب لاجپور کی مسجد عمر میں منصب امامت پر فائز تھے اس وقت رمضان المبارک میں جو حفاظ گاؤں اور گاؤں کے اطراف میں تراویح سناتے تھے ان کا قرآن کریم سنتے تھے۔

یہ یقیناً قرآن کریم سے محبت، عشق اور لگاؤ کا ہی نتیجہ تھا، قرآن کریم سے محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ استاذ مرحوم پر مالی اعتبار سے سرد و گرم حالات پیش آتے رہیں مگر آپ نے کبھی خدمت قرآنیہ اور مکاتب اسلامیہ کی خدمت عظیمہ کو نہیں چھوڑا۔

## بچوں کو بھی حافظ قرآن بنایا

اپنی نرینہ اولاد کو بھی حافظ قرآن بنایا، سب بچے ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں۔

# اعتکاف

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
کہ بیٹھے رہے تصور جاناں کئے ہوئے

حضرتؒ کی ایک عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ پابندی سے (جب تک صحت نے اجازت دی) رمضان المبارک کے اخیری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتے تھے۔

اعتکاف کے متعلق امام زہریؒ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا بہت اہتمام فرماتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے، لیکن جب سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر تک کبھی بھی اعتکاف نہیں چھوڑا (سوائے ایک موقعہ کے) لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس طرح پابندی نہیں کرتے۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اعتکاف کے بعض فضائل ایسے ہیں جو اسی عمل کے ساتھ خاص ہے مثلاً معتکف کی ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، اعتکاف کرنے والا چونکہ بہت سے نیک کام مثلاً جنازہ کی شرکت، مریض کی

عیادت وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا پڑتا ہے اور معتکف مسجد سے باہر نکل نہیں سکتا اس لئے خدائے کریم بغیر عمل کئے ہی ان اعمال کا ثواب معتکف کو دیدیتے ہیں، ہوسکتا تھا کہ آدمی اگر اعتکاف نہ کرتا تو اتنی نیکیاں کر بھی نہ سکتا لیکن اب اعتکاف کی بدولت اس کو یہ ثواب بھی مل رہا ہوتا ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہے

**هو يعكف الذنوب ويجزى له من الحسنات كعامل الحسنات كلها**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے (بغیر کئے بھی) اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

## اعتکاف کی حکمتیں

(۱) لوگوں سے ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں انسان سے جو چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہوجاتے ہیں اعتکاف میں ان سے حفاظت رہتی ہے۔

(۲) شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے لیکن جب انسان خدا کے گھر میں ہے تو گویا مضبوط قلعے میں ہے شیطان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

(۳) فرشتے ہروقت خدا تعالی کی عبادت اور اس کی یاد میں رہتے ہیں، مومن بندہ بھی اعتکاف میں بیٹھ کر ہروقت خدا تعالی کی یاد میں ہے اور فرشتوں سے مشابہت

پیدا کر رہا ہے اور فرشتے چونکہ اللہ تعالی کے بہت قریب ہیں اس لئے یہ بندہ بھی اللہ تعالی کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے اعتکاف میں یہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۵) جب تک آدمی اعتکاف میں رہتا ہے اسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے خواہ وہ خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا اپنے کسی اور کام میں مشغول رہے۔

(۶) اعتکاف کرنے والا ہر ہر منٹ عبادت میں ہے، تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی یہ بہر حال عبادت میں ہوگا (رمضان کیا ہے ص ۱۴۶)

اگر کسی وجہ سے رمضان المبارک کے اخیری عشرہ کا اعتکاف نہ کر سکے تو کم سے کم اس ثواب کے حاصل کرنے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچوں وقت جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیا کریں جب تک مسجد میں رہیں گے اگر بالکل خاموش بھی بیٹھے رہے تب بھی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور اگر قرآن شریف یا تسبیحات وغیرہ بھی پڑھتے رہے تو اس کا ثواب الگ ملے گا (حوالہ بالا ص ۱۴۴)

زندگی ایسی جیو کہ دوسروں کو رشک ہو
موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے
چلے گئے تو پکار رہی ہے ہر صدا تم کو
نہ جانے اور کتنی زباں سے آپ بیاں ہوں گے

یوں قلب میں انوار صفا پیدا کر — آنکھوں میں محبت کی ضیا پیدا کر
ہو جائے گا ہر فرد بشر تجھ سے قریب — کردار میں وہ حسن ادا پیدا کر

# استاذ مکرم الحاج اسماعیل بن مولانا مرغوب احمد صاحب کتھرادا المعروف بہ بھائی میاں لاجپوری رحمہ اللہ

## تفصیلات

اسم۔اسماعیل بن مولانا مرغوب احمد صاحب کتھراداؒ

تخلص۔ بھائی میاں بھائی

بھائی میاں بھائی کا لطیفہ

آپ کا عرفی نام nickname ''بھائی میاں بھائی،،تھا واقعی آپ میاں بھائی (مسلمان ) کے بھائی تھے،قرآن کریم نے ایک مقام پر فرمایا''انما المومنون اخوۃ،،اسی کا شاید محاورتی ترجمہ ہے''بھائی میاں بھائی،،۔

جائے پیدائش۔لاجپور

بنیادی تعلیم۔لاجپور

خدمت۔مدرسہ اسلامیہ،لاجپور میں ایک طویل عرصہ تک

انتقال۔ماہ رمضان المبارک

تدفین۔جامع مسجد لاجپور کے سامنے جو قبرستان ہے اس میں عمل میں آئی۔

## عاشق قرآن

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے''ان ترزقنی القرآن العظیم وتخلطہ بلحمی وشعری وجسدی ،،ترجمہ۔اے اللہ! مجھے قرآن کریم عطا فرما،اس کو میرے گوشت پوست میں،میرے روئیں روئیں میں رچادے اور میرے جسم میں رچادے (دلائل الخیرات)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قرآن کریم جس میں رچ بس جائے یہ چیز لائق رشک ہے، حضرت بھائی میاں بھائی مرحوم کو بھی اللہ تعالی نے یہ دولت نصیب فرمائی تھی، قرآن کریم ان کے گوشت، پوست میں رچ بس گیا تھا بلکہ یوں کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ قرآن کریم ان کی غذا بن گیا تھا، قرآن کریم سے آپ کو بڑی محبت تھی اور اخیری زندگی میں تو آپ رات دن قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، قرآن کریم کی تلاوت سے آپ کو سیری نہیں ہوتی تھی، کاش! اللہ تعالی یہ دولت ہمیں بھی نصیب فرمائے، آمین۔

## سینہ بے کینہ

اونچانیت کا اپنی زینہ رکھنا　　احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا

غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر　　لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

(اکبر الہ آبادیؒ)

حضرت الاستاذ سینہ بے کینہ کے مالک تھے، آپ ہر ایک کی طرف سے اپنے دل کو پاک صاف رکھتے تھے، فارسیان کہتے ہیں ۔

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشت

کفرست در طریقت کینہ داشت

ترجمہ۔ ہمارا آئین ہے سینہ کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا، ہماری طریقت میں تو کینہ رکھنا کفر ہے، بعض جگہ دیہات میں دیہاتی زبان میں کہتے ہیں کہ فلاں کے دل میں

کفر ہے،یعنی کینہ ہے،کینہ کو کفر کہتے ہیں،اگر دل میں کسی کی طرف سے میل آجائے تو آخر آئینہ کو بھی تو صاف کرتے ہیں اگر دل پر غبار آجائے تو دل کو بھی صاف کر لینا چاہئے۔

## سینہ بے کینہ کا فائدہ

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی سابق مہتمم دار العلوم دیو بند کے حقیقی بھائی حضرت مولانا محمد طاہر صاحب قاسمیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ موصوف کا قلب اس قدر صاف تھا کہ ابھی آگ اور ابھی پانی،کینہ وحسد،بغض وعناد سے قلب صاف تھا ان کی وفات کے بعد راقم الحروف نے خواب دیکھا کہ کہتے ہیں ''میری نجات ہوگئی اور قلب کی صفائی اور سینہ بے کینہ میرے کام آیا،،(لالہ وگل ص۳۳۴)

ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے،روایت میں ہے

**عن ابی ھریرۃؓ ،لا تحاسدوا،ولا تناجشوا،ولا تباغضوا،ولا تدابروا،وکونوا عباد اللہ اخوانا** (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں حسد نہ کیا کرو،ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو،آپس میں بغض نہ رکھو،ایک دوسرے کی جڑ نہ کاٹو،ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کرو،اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

حدیث بالا میں جن برائیوں سے ہر مسلمان کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے، استاذ مرحوم نے فضل الٰہی سے اپنے کو ان تمام روحانی بیماریوں سے پاک صاف کر رکھا تھا، آپ کی شخصیت بالکل اس شعر کا مصداق تھی ۔

غبار، کینہ وبغض وحسد سے پاک ہے یہ دل
ہمارے آئینہ نے منہ نہیں دیکھا کدورت کا

(ارشد علی خان)

ایک اور شاعر کہتا ہے ۔

دل تو آئینہ ہے شفاف رکھیں اے شاہد
کیوں کریں بغض وحسد کس لئے کینہ سیکھیں

(شاہد ماہلی)

## مسکراہٹ

ملے گا کیا دلوں میں نفرتیں رکھ کر
بڑی مختصر سی زندگی ہے مسکرا کر ملا کرو
زندگی بھر مسکرانے کی ریاضت کیجئے
چلتے پھرتے آتے جاتے یہ عبادت کیجئے
خوش دلی کے ساتھ ملئے آدمی سے اور پھر
آنکھ میں بس جائیے دل پر حکومت کیجئے

آپ کے چہرے پر اپنے نام ''اسماعیل،، کی طرح ہمیشہ smile تیرتی رہتی تھی، اور مسکراہٹ ایک ایسا عمل ہے جو آپس میں دلوں کو جوڑنے کا کام کرتا ہے، نیک نیتی سے جو مسکراہٹ چہرے پر آتی ہے وہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں پاکیزگی جھلکتی ہے، سامنے والے سے مسکراتے ہوئے ملنا یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے، حضرت کا چہرہ میں نے جب بھی دیکھا پر مسرت دیکھا، آپ سے جب بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا مسکراتے ہوئے ملے، آپ کی گفتگو سے پہلے آپ کی مسکراہٹ زائرین کا استقبال کرتی تھی، اور مسکراہٹ میں بلا کی کشش تھی جو سامنے والے کے غم و دکھ کا بھی ایک حد تک مداوا بن جاتی تھی، آپ کی پیشانی پر کسی کو دیکھ کر چاہے وہ جان پہچان والا ہو یا اجنبی، عالم ہو یا غیر عالم، شہری ہو یا دیہاتی، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب شکن نہیں پڑتی تھی، آپ کے چہرے پر ہمیشہ smile تیرتی رہتی تھی۔

## دل موہ لینے والا عمل

آپ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آپ ملنے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے مکان تک لے جاتے تھے، یہ بھی ایک ایسی ادا تھی جو مرحوم کا ہی خاصہ تھی، آپ کا یہ عمل آپ سے ملنے والے کو آپ کا گرویدہ بنا دیتا تھا۔

## اپنا وہی ہے وقت پہ جو کام آ گیا

آپ ہر ایک کو اس کے اچھے برے وقت میں اور خاص کر برے وقت میں کام آتے تھے، جگر مرادآبادی کہتے ہیں۔

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ دوست کا پیام آگیا
دیوانگی ہو عقل ہو امید ہو کہ یاس
اپنا وہی ہے وقت پہ جو کام آگیا

## ذاتی واقعہ

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

(علامہ اقبالؒ)

میں مفتاح العلوم، تراج ضلع سورت میں عربی اول کے درجہ میں تھا، مدرسہ کا ایک طالب علم طلباء میں اکابر کی کچھ کتابیں قیمۃً فروخت کر رہا تھا ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مواعظ کا مجموعہ بنام ''اصلاحی خطبات،، کی شروع کی چار جلدیں بھی تھیں، میں نے جمعرات کو گھر آکر والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا کہ مجھے یہ کتاب خریدنی ہے اور اس کی کل قیمت اتنی بنتی ہے، والد صاحب اسی وقت مجھے اپنے ساتھ لے کر حضرت الاستاذ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بتایا کہ اسے کچھ کتابیں خریدنی ہے مگر میرے پاس فی الحال اتنے پیسے نہیں

ہے اگر آپ اس سلسلہ میں کچھ مدد کر سکے، حضرتؒ نے وہ پوری رقم میرے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا کہ لو بیٹے! اس رقم سے وہ کتاب خرید لینا اور کچھ نصیحتیں بھی کیں، یہ پہلی کتاب تھی جو میری ملکیت تھی۔

## احسان کا مزہ ہے احسان کر کے بھولے

حضرتؒ نے اپنی زندگی میں کبھی اس قصہ کا ذکر نہیں کیا کہ میں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا تھا، یہی آپ کا دائمی وطیرہ تھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ احسان کر کے اسے بھول جاتے تھے، داغ دہلوی کا یہ شعر بالکل آپ کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے ۔

گر ہو سلوک کرنا انسان کر کے بھولے

احسان کا مزہ ہے احسان کر کے بھولے

## بے غرض امداد

ہیں جہاں میں وہی لوگ اچھے

جو کام آتے ہیں دوسروں کے

(حالی)

لاجپور کے ایک صاحب تھے جناب اسماعیل بھائی حکیم جی جو لاجپور سے بعد میں ہجرت کر کے سورت چلے گئے تھے، وہ لاجپور وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے اور کبھی کبھی میرے والد صاحب کو ملنے ہمارے گھر پر بھی آتے تھے، والد صاحب سے ان کی رشتہ داری تھی ،ان کا مکان ہمارے پڑوس میں ہی تھا جہاں اب وہائٹ ہاؤس بن

گیا ہے، ایک دن وہ والد صاحب مرحوم کو سنانے لگے کہ مجھے کچھ پیسوں کی فوری طور پر ضرورت تھی میں گاؤں میں کئی لوگوں کے پاس جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت دے رکھی تھی مدد کے لئے حاضر ہوا مگر کسی نے میری مدد نہیں کی، اخیر میں بھائی میاں بھائی کی خدمت میں پہنچا، مرحوم نے فوراً میری ضرورت پوری کردی۔

کوئی زخمی ہو تڑپتے ہم ہیں
ہر جلن اپنی جلن ہو جیسے
سب کی تکلیف ہے اپنی تکلیف
ہر بدن اپنا بدن ہو جیسے

## پیسہ کی واپسی کا سوال نہیں کرتے تھے

حضرت مرحوم کے پاس کئی لوگ قرضہ کے نام پر رقم لے جاتے تھے، آپ اپنی وسعت کے مطابق انہیں بطور قرض رقم عنایت فرماتے تھے، مگر ان سے آپ کو اپنی رقم واپس مانگنے میں حیا محسوس ہوتی تھی، آپ کا مزاج اس سلسلہ میں بالکل حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مرحوم جیسا تھا، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ موصوف کے متعلق اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم لینے کے معاملے میں بڑے ڈھیلے تھے یہی معاملہ حضرت الاستاذؒ کا بھی تھا۔

## ایک ایسی ادا جس پہ مر مٹنے کو جی چاہتا تھا

حضرتؒ میں ایک اہم خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے چھوٹوں سے بھی اس طرح ملتے تھے کہ

اس کو بھی شاید کچھ دیر کے لئے یہ خیال گذرتا ہوگا کہ میں بھی کچھ ہوں، تبھی تو یہ مجھ سے اس طرح مل رہے ہیں، مجھے اتنی عزت دے رہے ہیں، اس درجہ مرحوم میں عاجزی و انکساری تھی، کہنا چاہیئے کہ وہ عاجزی و انکساری کا پیکر تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے چھوٹوں کے سامنے بھی بچھے جاتے تھے، واقعی انکساری میں اگر ذوق سلیم ہوتو بڑی لذت ہے ۔

انکساری میں کیسی لذت ہے
یہ رئیس و نواب کیا جانیں
ہم سے پوچھو مزے فقیری کے
شیخ عالی جناب کیا جانیں

(نثارفتحی)

## پیکرمحبت شخصیت

مرحوم کی یہی وہ ادا تھی جو مقناطیسیت سا اثر رکھتی تھی، جو ہر چھوٹے بڑے کو اپنی طرف کھینچتی تھی، جو آدمی آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا اس کی طبیعت میں مرحوم سے دوسری ملاقات کی خواہش رہتی تھی، وہ آپ سے ملاقات کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا، اجنبی سے بھی پہلی ہی ملاقات میں اس طرح محبت اور کھلے دل سے ملتے تھے کہ گویا اس سے برسوں کی شناسائی ہو، اجنبی بھی آپ سے ملکر یہ محسوس کرتا تھا کہ میں کسی اپنے بہت قریبی سے مل رہا ہوں، ورنہ آج کا دور ایسا ہے کہ لوگ اپنوں کو دیکھ کر بھی

ملنے سے کتراتے ہیں اجنبی کا تو ذکر ہی کیا،اور یہاں معاملہ یہ تھا کہ جہاں کسی اجنبی اور مسافر کو دیکھا خود آگے بڑھ کر اس سے ملاقات کی اس کا حال چال پوچھا اور موقع کے مناسب اس کی خاطر تواضع کی،شاید اب ایسے اشخاص چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

## خوش خلقی

مشائخ کرام نے خوش خلقی کی دس باتیں بیان کی ہیں،حضرتؒ کی شخصیت میں وہ سب باتیں پائی جاتی تھیں،وہ باتیں یہ ہیں۔

(۱)لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا

(۲)لوگوں کی غمخواری کرنا

(۳)حاجت مندوں کے کام آنا

(۴)لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنا

(۵)عیب جوئی وعیب گوئی سے پرہیز کرنا

(۶)اپنے عیوب پر اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھنا

(۷)کوئی مذمت کرے تو اس کی نیک تاویل کرنا

(۸)ستانے والے کی معذرت قبول کرنا

(۹)ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا

(۱۰)لایعنی سے پرہیز کرنا

ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ اپنے قول وفعل سے کسی کو ایذا نہ پہنچانا یعنی کسی کا دل نہ دکھانا ، کہتے ہیں کہ من، دل، موتی، اور دودہ اگر پھوٹ جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں، واقعہ بھی یہی ہے کہ بداخلاق آدمی سے نہ خالق خوش ہوتا ہے، نہ مخلوق، مرحوم خوش اخلاق اور خوش گفتار تھے، آپ نے پوری زندگی اس طرح گذاری کہ آپ کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، زندگی اس مصرعہ کا مصداق تھی ۔

یہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہوں

## اثنان لا تذکرهما ابدا

حضرت لقمان حکیمؒ نے اپنے پیارے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی ہیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی

| | |
|---|---|
| اثنان لا تذکرهما ابدا | دو چیزیں ایسی ہیں کہ تو ان کا کبھی تذکرہ نہ کر |
| اسائة الناس الیک | لوگوں کا تیرے ساتھ برائی کا معاملہ کرنا |
| واحسانک الی الناس | اور تیرا لوگوں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرنا |
| و اثنان لا تنساهما ابدا | اور دو چیزوں کو کبھی نہ بھلا |
| الله | اللہ تعالیٰ کو |
| والدار الاخرة | اور آخرت کے گھر کو |

حضرت کی زندگی میں یہ باتیں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

# معاف کرنے کا مطلب

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کا ایک شعر ہے ؎

اب کسی سے کیا شکایت؟ کیا گلہ؟

واقعات زندگی خود بھول جاتا ہوں میں

حضرتؒ کا عمل بھی یہی رہا کہ اگر کسی سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو آپ نے اسے معاف کر دیا، نہ کسی سے اس کی شکایت کی، نہ گلہ کیا، دل میں اس بات کو جگہ نہیں دی بھول گئے، معاف کر دیا۔

معاف کرنے کا مطلب کیا ہے؟ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ایک تحریر کا اقتباس آپ کی تصنیف ''آسان نیکیاں،، سے پیش ہے جو بہت اہم ہے، حضرت لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی کو معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس سے انتقام نہ لیا جائے اور بس! لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ معاف کرنے کے بعد اس سے دل بھی کھل جائے، کیوں کہ دل کا کھل جانا اختیاری بات نہیں ہوتی، وہ زیادہ تر دوسرے شخص کے آئندہ رویے پر موقوف ہوتا ہے لہذا اگر دل میں اس شخص کی طرف سے انقباض رہا اور خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکے لیکن اس شخص نے بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور تعلقات صرف حقوق کی ادائیگی (سلام کا جواب وغیرہ) کی حد تک رکھے تب بھی ان شاء اللہ معاف کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

معاف کرنے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اس شخص کی طرف سے آئندہ اس قسم کی تکلیف پہنچنے کا سد باب نہ کیا جائے، اگر اندیشہ ہو کہ وہ شخص دوبارہ ایسی حرکت کرے گا تو اس کے سد باب کے لئے کوئی اقدام کرنا بھی معافی کے خلاف نہیں ہے۔(آسان نیکیاں ص ۵۹۔۶۰ بتغیر)

## خوش نصیبی

جب سے شعور کی آنکھیں کھولی یا کہہ لیجئے کھلی اس وقت سے لے کر اب تک زندگی کا جتنا دور گذرا اس میں جن شخصیات نے سب سے زیادہ متاثر کیا، قلب پر گہری چھاپ چھوڑی ان میں ایک حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی شخصیت تھی۔

مجھے پوری زندگی اس بات کی خوشی رہے گی کہ میں نے اس فرشتہ صفت آدمی کو صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ ان سے پڑھنے اور ان کی صحبت بابرکت میں بیٹھنے کا موقع بھی ملا

کتنے حسین لوگ تھے مل کر کے اک بار
آنکھوں میں بس گئے دل و جاں میں سما گئے

مرحوم دنیا سے تو چلے گئے، لیکن رفتید و لے نہ از دل ما
(دنیا سے تو چلے گئے اور لیکن ہمارے دلوں سے نہیں)

## مسلمانی در کتب، و مسلماں در گور

حضرت کی شخصیت کو دیکھ کر یہ معلوم کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان کیسا ہوتا ہے اور مسلمان کو کیسا ہونا چاہئے، ورنہ آج کے دور میں اسمی اور رسمی مسلمانوں کی تعداد تو خوب

ہے، حقیقی مسلمان کو تو چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑے گا، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ آج کا دور ایسا ہے کہ ''مسلمانی در کتب، ومسلماں در گور،،

## بے ضرر شخصیت

محبت سے خالی بشر کو دیکھ لیجئے　　زمانہ ہے سراپا شر دیکھ لیجئے

نہ دوزخ سے خائف، نہ جنت کے شائق　　عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجئے

آپ کی شخصیت ایک بے ضرر شخصیت تھی آپ کے متعلق آپ سے واقف ہر شخص کو صرف یہ گمان نہیں بلکہ پورا یقین تھا کہ یہ ایک بے ضرر شخصیت ہے، کسی بھی معاملہ میں ان پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کیا جاسکتا ہے، ورنہ آج کا دور ایسا ہے کہ غیر اور پرائے کی بات تو دور رہی اپنوں پر بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

اب درندوں سے نہ حیوانوں سے ڈر لگتا ہے
کیا زمانہ ہے کہ انسانوں سے ڈر لگتا ہے
عزت نفس کسی کی محفوظ نہیں سلام
اب تو اپنے ہی نگہبانوں سے ڈر لگتا ہے
دھوکہ دہی کا یہ عالم ہے کہ اللہ خیر کرے
اب مسلمانوں کو مسلمانوں سے ڈر لگتا ہے
جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

وفا کا نام کوئی بھول کر نہیں لیتا
ترے سلوک نے چونکا دیا زمانے کو

مرحوم کی ذات بابرکت سے ہر ایک مطمئن تھا،اورازروئے حدیث مسلمان کی یہی پہچان بتائی گئی ہے،مشکوۃ شریف میں بحوالہ ترمذی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے

**خیر کم من یرجی خیرہ ویومن شرہ،وشر کم من لا یرجی خیرہ ولا یومن شرہ**

تم میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید ہو اور لوگ اس کی طرف سے پر امن ہوں،اورتم میں بدترین آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ ہو اور اس کی شرارتوں سے لوگ مطمئن نہ ہوں،نیز فرمایا

**المومن من امنه الناس علی دمائهم و اموالهم** (مسنداحمد)

تو مومن کی پہچان یہ بتائی گئی کہ اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں،آپ سے واقف ہر شخص آپ کے متعلق یہ خیال کرتا تھا بلکہ یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ وقت آنے پر یہ اپنا نقصان تو برداشت کرلیں گے مگر کسی اور کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔

نفع وضرر کی دنیا میں ہم نے یہ لیا ہے درس جنوں
اپنا تو زیاں منظور اوروں کا زیاں منظور نہیں

آپ کی ذات عالی بالکل اس کا مصداق تھی جس کی طرف لسان نبوت نے راہ

نمائی فرمائی اور بتایا کہ ایک مسلمان کیسا ہونا چاہئے ،فرمایا کہ

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده،،

## یاد

استاذ مرحوم کو لے کر میری وہی کیفیت ہے جیسی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی تھی ،حضرت ہردوئیؒ فرماتے تھے کہ پانی پیتا ہوں تو مولانا بنوریؒ یاد آجاتے ہیں،فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ کراچی میں ہم ساتھ میں ناشتہ پر موجود تھے کچھ مذاکرہ آداب طعام وسنن کے بارے میں ہورہا تھا،تو اس موقع پر فرمایا کہ خالی مشروب کی دعا نظر سے گذری ہے؟عرض کیا گیا کہ ہم لوگوں میں کمی ہر اعتبار سے ہے،ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے، پھر مولانا نے کتاب کا حوالہ دیا اور وہ دعا بتلائی جب پانی پیتا ہوں یا کوئی چیز پیتا ہوں تو وہ دعا یاد آجاتی ہے

**الحمدلله الذی سقانا عذبا فراتا برحمته ولم یجعله ملحا اجاجا بذنوبنا** (روح المعانی ۲۷۔۱۴۹)

اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے شیریں چیز پلائی جو ہمارے حلق میں آسانی سے اترنے والی ہے اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے کڑوا اور حلق میں پھنسنے والا نہیں بنایا، ویسے ہی مجھے بھی جب میں پانی پینے کے لئے گلاس اٹھاتا ہوں تو حضرت الاستاذ یاد آجاتے ہیں۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے گاؤں لاچپور کی جامع مسجد میں حضرت مولانا مفتی

کفایت اللہ صاحب چھاپی (پالن پوری) کی آمد ہوئی تھی، حضرت سے بیان کی درخواست کی گئی حضرت نے بخوشی منظور فرمایا، بیان کے بعد مسجد کے صحن میں حضرت مفتی صاحب مرحوم حضرت الاستاذ اور دیگر حضرات موجود تھے، مفتی صاحب نے پینے کے لئے پانی طلب کیا، پیش کیا گیا، حضرت مفتی صاحب جب تین گھونٹ پانی پی چکے تو حضرت الاستاذ نے آپ کا تبرک حاصل کرنے کے لئے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! اندر کچھ کچرا نظر آ رہا ہے، پانی کا گلاس آپ مجھے دیدے، یہ کہہ کر ان کے ہاتھ سے گلاس اپنے ہاتھ میں لیا اور بچا ہوا پانی پینے لگے، حضرت مفتی صاحب سمجھ گئے کہ انہوں نے یہ ترکیب کیوں اختیار کی، اس پر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے حضرت رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت! ذرا گلاس لائیے آپ کو پانی پینے کی ایک سنت بتلاتا ہوں یہ کہکر حضرتؒ کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیا اور کہنے لگے کہ وہ سنت یہ ہے کہ پانی دیکھ کر پینا سنت ہے تاکہ پتہ بھی چل جائے کہ اس میں کوئی چیز گری تو نہیں، یہ کہکر بچا ہوا پانی نوش فرمالیا، بندہ بھی جب بھی پانی پیتا ہے تو ان دو بزرگوں کی یاد ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔

## اس دور میں بھی بچوں کو جسمانی تنبیہ کئے بغیر تعلیم دی

حضرت رحمہ اللہ نے ایک لمبا عرصہ مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں مکتب کے بچوں کو ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم دی، اور یہ وہ دور ہے کہ مکتب میں ضرب یضرب کی گردان پر مکتب کے اساتذہ سو فیصد عمل پیرا تھے، اور والدین کی اکثریت بھی ایسی تھی کہ جو مکتب کے اساتذہ کو یوں کہہ کر بچوں کی پٹائی کا لائسنس فراہم کرتی تھی کہ گوشت آپ کا اور ہڈی

ہماری، تو اساتذہ کی ایک جماعت ایسی تھی کہ دل کھول کر فائر کرتی تھی جواز روئے شریعت درست نہیں ہے، اور ساتھ میں بچوں کو یہ ملفوظ بھی یاد کرادیا گیا تھا کہ استاذ کی مار بدن کے جس حصہ پر لگتی ہے وہ چمڑی اور بدن کا وہ حصہ جہنم میں نہیں جلے گا، اللہ کرے کہ معاملہ ایسا ہی ہو (لطیفہ۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ استاذ کی مار سے جہنم کی آگ سے چھٹکارا ملتا ہے، زمانہ طالب علمی میں یہ کہکر خوب مار کھالیا، اب دوسروں کو آگ سے خلاصی (چھٹکارا) دینے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ کتب حدیث میں وہ حدیث ہی نہیں ہے) ویسے طلباء کو جسمانی تنبیہ کا مسئلہ آج کل افراط وتفریط کا شکار ہے، تو ایسے دور میں جب جسمانی تنبیہ طلباء کی خوب کی جاتی تھی، استاذ مرحوم نے اس دور میں بھی بچوں کو جسمانی تنبیہ کئے بغیر تعلیم دی، حضرت کا یہ مزاج مکتب کے سب طلباء جانتے تھے اس لئے ہر طالب علم کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ اسے حضرتؒ کی درس گاہ میں داخلہ مل جائے، کچھ باتیں طلباء کی جسمانی تنبیہ کے تعلق سے پیش خدمت ہے۔

## طلباء کے ساتھ برتاؤ میں شفقت کا غلبہ ہونا چاہئے

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ طلباء کے ساتھ برتاؤ میں شفقت کا غلبہ ہونا چاہئے، افہام وتفہیم ہی کا معاملہ رکھا جائے، جہاں تک ہوسکے تادیب ضربی سے احتیاط کی جاوے، اس زمانہ میں جو لوگ پڑھاتے ہیں ان کا اصلاحی تعلق بزرگوں سے نہیں ہوتا، ان کی اصلاح ہوئی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تادیب ضربی میں نفسانیت کا غلبہ ہوجاتا ہے، اور غصہ اتارنے کے لئے مارتے ہیں حدود کی

رعایت نہیں ہو پاتی، ہسپتالوں میں ہر ایک ڈاکٹر آپریشن نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں، اکثر لوگ گولیاں وغیرہ ہی دیتے ہیں، اسی طرح تادیب ضربی کا معاملہ ہے، یہ بھی ایک طرح سے آپریشن ہی ہے، یہ کام ہر ایک کو نہیں کرنا چاہئے، تادیب ضربی نہ کرنا یہ بھی تو سنت ہے، اس پر بھی تو عمل کرنا چاہئے، چنانچہ حضرت انسؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، آپ کی تعلیم وتربیت میں دس برس رہے مگر ہمیشہ آپ کا معاملہ ان کے ساتھ کیسا تھا؟ محبت وشفقت کا، تو اب اس سنت پر بھی عمل ہونا چاہئے (مجالس محی السنہ ص ۲۰۔۲۱)

## تب ان کو پتہ چلے گا

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے حضرت، حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملاجی، حافظ جی لڑکوں کو بہت مارتے ہیں جب ان کی کھال قیامت میں کھینچی جائے گی تب ان کو پتہ چلے گا، یہ مختلف مجلسوں میں کئی مرتبہ فرمایا (مجالس مسیح الامت ج ۳ ص ۳۱۴)

## اپنے رعب سے کام چلائے

دار العلوم کراچی کے فتوی کا ایک اقتباس ہے کہ استاذ کو چاہئے کہ وہ حفظ و ناظرہ کے بچوں کو شفقت ونرمی سے پڑھائے، بے جا سختی، ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ سے کام نہ لے بلکہ اپنے رعب سے کام چلائے۔

## استاذ کا طالب علم کو ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں

اس کے باوجود اگر کوئی طالب علم اگر سبق یاد نہیں کرتا اور وقت ضائع کرتا ہے تو اس طالب علم کی اصلاح کی غرض سے اس کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے استاذ اس کی صرف کھلے ہاتھ سے ہلکی پٹائی کرسکتا ہے، استاذ کا طالب علم کو ڈنڈے سے مارنا جائز نہیں بلکہ ہاتھ سے بھی زیادہ سے زیادہ تین دفعہ اس کو ہلکی مار لگا سکتا ہے، جس سے بدن پر نشان نہ پڑے، نیز چہرے پر اس کو ہرگز نہ مارے اور جسم کے دیگر نازک حصوں پر نہ مارے۔

**عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا ضرب احدكم فليتق الوجه** (ابوداؤد ۳۱۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے (یعنی چہرے پر نہ مارے)

فتاوی شامی کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے کہ تین دفعہ ہاتھ سے ہلکی پٹائی (جس سے بدن پر نشان نہ پڑے) تجاوز نہ کریں (فتاوی شامی ج ا ص ۳۵۲)

## غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے تھے کہ غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے (چاہے استاذ ہو یا باپ ہو) بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے، اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کردی

جائے، اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے، ملا جی مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو باز پرس کے اہل نہیں، اور والدین کا مقولہ ہے کہ ''ہڈی ہماری اور چمڑی میاں جی کی''، مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا (انفاس عیسیٰ ص ۱۷۳)

## بچوں کی چاہت

حضرت استاذ مرحوم نے پوری زندگی بچوں کو بڑے پیار سے پڑھایا، حضرت تدریس میں مار کٹائی کے قائل نہیں تھے۔

## شہرت تو جنازے کے دن پتہ چلے گی

حضرت کا انتقال ماہ رمضان میں ہوا تھا لوگ روزہ دار تھے اس کے باوجود آپ کی نماز جنازہ میں ایک بڑے مجمع نے شرکت کی، یہ بھی آپ کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت کی علامت تھی، آپ کی شخصیت واقعی دلوں پر حکومت کرنے والی تھی، جگر مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے۔

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

## احساس

آج بھی استاذ مرحوم کا معصوم چہرہ نظروں کے سامنے گھومتا رہتا ہے، حضرت مرحوم کے انتقال کے بعد جب بھی لاجپور حاضری ہوئی دل نے ہمیشہ شدت سے آپ کی

کمی محسوس کی ۔

آتی ہی رہے گی آپ کے انفاس کی خوشبو
آپ کی یادوں کا گلشن مہکتا ہی رہے گا

# تعزیتی مکتوب

استاذ مرحوم کے انتقال پر بندے نے آپ کے سپوت حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم العالیہ کو جو تعزیتی مکتوب لکھا تھا، پیش خدمت ہے۔

## خدایا دآئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے

محترم ومکرم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ اللہ تعالی کی ذات عالی سے امید ہے کہ آپ مع اہل خانہ خیر وعافیت سے ہوں گے، بندہ بھی الحمد للہ عافیت سے ہے۔

والد صاحب کا انتقال رمضان المبارک میں ہوا، جس کی تقریباً ہر مسلمان کو خواہش ہوتی ہے مگر یہ سعادت بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔

## اگر کوئی متوجہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف عبادت کا شعبہ ہے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ”یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ،، اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، مگر بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت اس سے غافل ہے، اگر کوئی متوجہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف عبادت کے شعبہ تک ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کے پانچ شعبے ہیں

(۱) ایمانیات

(۲) عبادات

(۳)معاملات

(۴)اخلاقیات

(۵)معاشرت

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اسلام کے ہر شعبے پر عمل پیرا تھے، مثالیں۔

## یقین

(۱)ایمانیات۔ایمان نام ہے اللہ تعالی پر مکمل یقین کا، لاجپور جامع مسجد کے اندرونی حصہ میں چیونٹیاں نکل آئی تھی، نماز کا وقت ہوگیا، نمازیوں کو نماز پڑھنی تھی، حاضرین سوچ رہے تھے کہ چیونٹیوں کیسے دور کیا جائے، اتنے میں حضرت والد صاحب تشریف لے آئے، صورت حال دیکھ کر مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر آئے، پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور پانی کو اس جگہ پر چھڑک دیا جہاں چیونٹیاں جمع تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے ساری چیونٹیاں غائب ہوگئی، حاضرین میں سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے پانی پر کیا پڑھ کر دم کیا کہ ساری چیونٹیاں دور ہوگئی، حضرت نے فرمایا کہ میں نے سورۂ نمل کی آیت کریمہ **یاایھاالنمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمن وجنوده وھم لا یشعرون**، پڑھ کر پانی پر دم کیا تھا، یہ تھا اللہ تعالی کی ذات پر کامل یقین۔

## صرف فرائض ہی نہیں بلکہ نوافل کا بھی پابندی سے اہتمام رہا

(۲) عبادات۔ مرحوم صاحب ترتیب تھے، آپ کا معمول ہمیشہ نماز باجماعت پڑھنے کا رہا، اتنا ہی نہیں بلکہ پہلی صف میں نماز پڑھنے کا اہتمام رہا، اوراس سے آگے تکبیر اولی کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام رہا، صرف فرائض ہی نہیں بلکہ نوافل کے بھی خوب پابند تھے، اور اکثر و بیشتر اذان سے کچھ دیر پہلے یا اذان کے فوراً بعد مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے۔

اسی طرح رمضان المبارک میں کئی سال تک اخیری عشرہ کے سنت مؤکدہ علی الکفایہ اعتکاف کا بھی معمول رہا۔

## یہ رقم لینا اب میرے لئے جائز نہیں رہا

(۳) معاملات۔ حضرت والد صاحب نے جب مدرسہ اسلامیہ، لاجپور سے مدرسی کا تعلق منقطع کیا تو متولی مدرسہ نے رمضان المبارک کی تعطیل کی تنخواہ آپ کو پیش کی ، والد صاحب نے تنخواہ کی رقم یہ کہہ کر واپس کردی کہ اب میں مدرس نہیں رہا لہذا یہ رقم لینا میرے لئے جائز نہیں رہا۔

## اچھے اخلاق یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف سے بچایا جائے

(۴) اخلاقیات۔ علماء نے لکھا ہے کہ اچھے اخلاق یہ نہیں ہے کہ دوسرے کی تکلیف پر صبر کیا جائے بلکہ اچھے اخلاق یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف سے بچایا جائے، اس پر تو والد مرحوم کا پوری زندگی عمل رہا ہے۔

## عیادت

(۵) معاشرت۔والد مرحوم گرچہ خود مریض تھے مگر باوجود اس کے گاؤں میں کسی کے متعلق یہ معلوم ہوتا کہ فلاں بیمار ہے تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، مریض چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب آپ کے یہاں اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی، نیز کسی کا انتقال ہو جاتا تو اس کے غسل وکفن دفن میں بھی شرکت کرتے تھے، نیز میت کی نماز جنازہ بھی پڑھاتے، آج کا دور تو خود غرضی اور مالدار کو سلامی مارنے اور اس سے تعلق بڑھانے کا دور ہے، بقول حضرت تھانوی مالدار کی ریح بھی خارج ہو تو اس کے لئے تحسینی کلمات کہے جاتے ہیں اور غریب کی روح بھی خارج ہو جائے تو اس کے آخری سفر میں شرکت سے گریز کیا جاتا ہے، والد صاحب کے یہاں اس میں کوئی تفریق نہیں تھی، یہی حال دعوت کے قبول کرنے میں بھی تھا، آپ امیر وغریب ہر ایک کی دعوت کو قبول کرتے تھے۔

## تو میزبان کی دل شکنی ہوگی

دعوت پر سے یاد آیا، لاجپور میں میرے پڑوسی جناب اشرف بھائی کاسوجی کا بیٹا عبدالحئی حافظ قرآن ہوا اس خوشی میں گھر والوں نے دعوت کا اہتمام کیا تھا، دعوت میں حضرت والد صاحب بھی موجود تھے، دسترخوان پر کھانے کے کئی اقسام موجود تھے ان میں ''زردہ،، جو کہ سراپا شیریں ہوتا ہے موجود تھا، حضرت والد صاحب شوگر (شکر) کے

مریض تھے، والد صاحب نے زردہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ایک صاحب گویا ہوئے کہ حضرت! آپ تو شکر کے مریض ہے اور زردہ بہت زیادہ میٹھا ہے، آپ کے لئے اس کا کھانا نقصان دہ ہوگا، جواب میں حضرتؒ نے فرمایا کہ ''اگر میں نے اس میں سے چند لقمے کھا لئے تو میزبان کا دل خوش ہو جائے گا، نہیں کھاؤں گا تو ان کا دل ناراض ہوگا۔

## تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں

بندہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک میں متعلم تھا، غیر حاضری کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب نے میرا اخراج کردیا، میرے والد مرحوم مجھے لے کر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، والد صاحب سے درخواست کی کہ حضرت مہتمم صاحب سے سفارش کرکے اس کا جامعہ میں داخلہ کرادے، نہ صرف یہ کہ والد صاحب نے اس پیش کش کو بخوشی منظور فرمایا بلکہ ساتھ یہ کہا کہ ابراہیم بھائی! آپ فکر نہ کرے آرام سے اپنے گھر چلے جائے، میں اس کو اپنے خرچہ سے آٹو رکشہ میں ڈابھیل جامعہ چھوڑ آؤں گا، آج بھی جب وہ شفقت کا منظر سامنے آجاتا ہے تو آنکھیں نم ہی نہیں بلکہ پرنم ہو جاتی ہیں اور والد مرحوم کے لئے خوب دعائیں نکلتی ہیں۔

## ہدیہ

والد صاحب رحمہ اللہ نے مدرسہ اسلامیہ، لاجپور سے اپنا مدرسی کا تعلق (درازئ عمر کی وجہ سے) منقطع کیا اس موقعہ پر والد صاحب رحمہ اللہ کو کپڑے کا ایک جوڑا ہدیۃً دیا گیا تھا والد مرحوم نے وہ جوڑا بندے کو ہدیہ کردیا تھا۔

## کام کہاں تک پہنچا

خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ نے لندن کی ''مدینہ مسجد،، میں ۱۹۸۹ء میں سورۂ یوسف کی تفسیر بیان کی تھی، بندہ اس کو کیسیٹ سے قلمبند کررہاتھا، مشغولیت کی وجہ سے یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے رک گیا، حضرت والد صاحب نے مولانا عبداللہ انصاری لاجپوری کے واسطہ سے مجھ تک یہ پیغام بھیجوایا کہ اس سے پوچھو کہ تفسیر کا کام کہاں تک پہنچا؟ میں نے جواباً کہا کہ ''**فلما ذهبوا به واجمعوا ان يجعلوه فى غيبت الجب** ،،تک کام ہوا ہے، اس پر حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ عبدالسلام سے کہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو اللہ تعالی نے بہت جلد کنویں سے نکال لیا تھا تم کیوں اس مضمون کے قلمبند کرنے میں دیری کررہے ہو (بتغیر )

### اشعار

اخیر میں چند متفرق اشعار جس میں حضرت مرحوم کی شخصیت کی جھلک نظر آتی ہے، پیش خدمت ہے۔

آتی ہی رہے گی آپ کے انفاس کی خوشبو
گلشن آپ کی یادوں کا مہکتا ہی رہے گا
بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل ہی گئی
اک شخص سارے گاؤں کو سوگوار کرگیا

زمانہ روئے گا برسوں تم کو یاد کرکے
گنیں گے سب تمہاری خوبیاں یاد کرکر کے
یہ فخر کیا کم ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی آپ کے ساتھ چلے ہیں
بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہوگئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں میں
کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو
ہم ڈھونڈھنے نکلیں گے مگر پا نہ سکیں گے
زندگی ایسی جیو کہ دوسروں کو رشک ہو
موت ہو تو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے
چلے تو گئے ہو مگر پکار رہی ہے ہر صدا تم کو
ابھی نہ جانے کتنی اور زباں سے تم بیاں ہوں گے
جنت الفردوس میں پائیں آپ جگہ
مانگتا ہے سلام صدق دل سے یہ دعا

خدا ان کی لحد پر شبنم افشائی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگھبانی کرے

# حضرت مولانا سید ابوبکر ولی اللہ صاحب لاجپوریؒ سابق امام مسجد عمر، لاجپور

## تفصیلات

اسم۔حضرت مولانا سیدابوبکر صاحبؒ

لقب۔ولی اللہ

جائے پیدائش۔لاجپور

خدمت۔مسجد عمر میں تادم حیات امامت سے جڑاؤ

بنیادی تعلیم۔لاجپور

درجہ علیت سے فراغت۔جامعہ حسینیہ،راندیر

انتقال۔۱۴۴۰ہجری

تدفین۔لاجپور

## کمالات کی دوقسمیں ہیں

اللہ تعالی نے انسان کو جو کمالات عطا فرمائے ہیں وہ دوقسم کے ہیں (۱) کسبی (۲) وہبی، کسبی یعنی جس کو آدمی اپنی محنت سے حاصل کرسکتا ہے،اور وہبی کمال کوئی بھی انسان اپنی محنت سے حاصل نہیں کرسکتا وہ اللہ تعالی کی خصوصی دین ہوتی ہے جس کو وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، انہی وہبی کمالات میں سے ایک کمال ہے کسی کا سید گھرانے میں تولد،حضرت مولانا مرحوم اس اعتبار سے بڑے خوش نصیب واقع ہوئے تھے کہ آپ کی پیدائش سید گھرانے میں ہوئی،آپ ’’سید زادے،، تھے، یہ ایک ایسی نسبت حاصل تھی جس پر یقیناً رشک آتا ہے۔

## شرف تلمذ

حضرت سے بندے نے لاجپور کی جس مسجد میں آپ امامت کرتے تھے اس کے صحن میں بیٹھ کر ''مالا بدمنہ،، کا کچھ حصہ پڑھا تھا، نیز جس سال میں گاؤں کفلیتہ میں تراویح سنا رہا تھا اس سال پورا رمضان المبارک حضرت مرحوم کو قرآن کریم کا دور سنایا تھا۔

## خاموش طبع اور کم گفتار تھے

حضرتؒ خاموش طبع اور کم گفتار تھے، میں نے انہیں کسی سے بلاضرورت گفتگو کرتے نہیں دیکھا، ہر ایک سے وہ کام کی بات کیا کرتے تھے، یہ ایک خوبی کی بات ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ''ذریعۂ نجات،، بتایا ہے، زبان رسالت نے فرمایا ''من صمت نجا،، جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی، ایک صحابیؓ نے جب رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے ''نجات کا راستہ،، معلوم کرنا چاہا تو اس کے جواب میں زبان رسالت یوں گویا ہوئی ''املک علیک لسانک، والیسعک بیتک، وابق علی خطیئتک،، اس میں ایک چیز ''املک علیک لسانک،، ذکر فرمائی، نیز یہ بھی فرمایا کہ ''من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا او لیصمت،، جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا پھر خاموش رہے، پہلے صوفیاء کے یہاں تصوف میں ترقی کے لئے تین ''کم،، پر بہت زور دیا جاتا تھا (۱) ''کم خوردن،، (۲) ''کم خفتن،، (۳)

''کم گفتن،، کم کھانا، کم سونا، اور کم بولنا، پھر بعد کے دور کے صوفیاء نے ''دو کم،، ہٹا دیئے وہ تھے ''کم خوردن،، ''کم خفتن،، اس لئے کہ اب قوٰی کم زور ہو گئے وہ اب ان دو میں کمی کی برداشت کے متحمل نہیں رہے، وہ دو کم جو ہٹائے گئے اسے ''تیسرے ''کم،، کے ساتھ لگا دیا یعنی ''کم، کم، کم گفتن،، کیونکہ اب لوگ بہت ''باتوڑی،، ہو چکے ہیں، آج کے دور میں لوگوں کو ضرورت بلاضرورت زیادہ بولنے کا مرض ہے الا ماشاء اللہ، اللہ اس مرض سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

خامشی کے بڑے فوائد ہیں، فارسیان کہتے ہیں

اے برادر گر تو ہستی حق طلب — جز بفرمان خدا مگشائے لب

گر خبرداری زحی لا یموت — بر دہان خود بنہ مہر سکوت

اے پسر پند و نصیحت گوش کن — گر نجاتے بایدت خاموش کن

ہر کرا گفتار بسیارش بود — دل درون سینہ بیمارش بود

عاقلان را پیشہ خاموشی بود — پیشۂ جاہل فراموشی بود

خامشی از کذب و غیبت واجب است

ابلھست آن کو بگفتن راغب است

اے برادر جز ثنائے حق مگو — قول حق را از برائے دق مگو

دل زپر گفتن بمیرد در بدن — گرچہ بود گفتار در عدن

## ولیسعک بیتک،، پربھی مضبوطی سے عمل پیرا تھے

حضرت ارشاد نبوی ”ولیسعک بیتک ،، پربھی مضبوطی سے عمل پیرا تھے، سوائے استاذ مکرم الحاج اسماعیل بن حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کتھرادا کے کسی اور کے مکان پر بلاضرورت جاتے میں نے کبھی نہیں دیکھا، حضرت کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز لاجپور کی ”جامع مسجد،، میں ادا فرما کر سیدھے حضرت کے گھر تشریف لے جاتے ،حضرت کے گھر پر ہند و بیرون ہند سے مختلف ماہنامے آتے تھے کچھ دیر اس کا مطالعہ فرما کر پھر گھر تشریف لے آتے۔

## سائیکل کی سواری

آج کا دور ایسا ہے کہ انڈیا میں بہت سے ائمہ ”سائیکل کی سواری،، کو معیوب سمجھتے ہیں، مگر حضرت پوری زندگی سائیکل کی سواری فرماتے رہے، امامت کے لئے بھی اپنے گھر سے مسجد تک ہمیشہ سائیکل پر ہی جاتے تھے۔

## عقیدت

اکابر دیوبند میں حضرت کو مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔

## استقامت

حضرت نے مجموعی طور پر تقریباً تینتیس (۳۳) سال ایک ہی جگہ پر امامت کے فرائض انجام دیئے، اتنا طویل عرصہ آج کے دور میں جب مہنگائی کا بھوت سر چڑھ کر بول

رہا ہے اور ''ائمۂ مساجد،، کی تنخواہ سے تو قارئین واقف ہی ہوں گے استقامت کے ساتھ امامت کے فرائض انجام دینا بڑی بات ہے، (استاذ مرحوم کا اپنی مسجد سے ایسا تعلق رہا کہ اپنی زندگی کی آخری نماز بھی اسی مسجد میں ادا فرمائی، آپ کو علاج کے سلسلہ میں ہسپتال بھی اسی مسجد سے لے جایا گیا اور سننے میں آیا کہ حضرتؒ کی روح مسجد کے صحن میں ہی پرواز کر چکی تھی) شاید مسجد کے ذمہ داران کا خیال ہے کہ امام مسجد پر مہنگائی کا اثر نہیں ہوتا ان کی تنخواہ کتنی ہوتی ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ نے عصر کے نماز کے بعد کی ایک مجلس میں ہمارے یہاں لندن میں فرمایا تھا کہ اتنی تنخواہ دی جاتی ہے کہ جس سے دینی خدام کا آدھا پیٹ بھرتا ہے پورا پیٹ بھی نہیں بھر پاتا (یعنی ان کی ضرورتیں بھی کما حقہ پوری نہیں ہو پاتی) اور یہ شاید عالمی مسئلہ ہے ہر جگہ امام مسجد اور مؤذن کو لیکر ذمہ داران مسجد کی تقریباً یہی سوچ ہوتی ہے الا ماشاء اللہ، حضرتؒ جس مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے اس میں کوئی نائب امام نہیں تھا، بغیر نائب امام پابندی سے اتنا طویل عرصہ خدمت انجام دینا استقامت کی کھلی دلیل ہے۔

## فوائد امامت

امامت کی خدمت سے چند ایسے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو صرف امامت کے ساتھ خاص ہیں، شاید یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ائمہ حضرات ساری مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اور امامت کی خدمت سے منہ نہیں موڑتے، وہ فوائد یہ ہیں

(۱) پنج وقتہ نماز کا جماعت سے اہتمام

(۲) تکبیر اولی کے ساتھ نماز کی ادائیگی

(۳) امام کو اپنی نماز اور جتنے مصلی اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں ان سب کی نماز کا بھی ثواب ملتا ہے جبکہ امام نے ان کی امامت کی نیت کی ہو

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت

(۵) حفاظت ایمان

(۶) حفاظت قرآن کریم

(۷) حفاظت نماز

امامت کی فضیلت میں امام ترمذیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ڈھیر پر ہوں گے۔

ایک وہ شخص جس نے اللہ اور اپنے غلاموں کے حقوق ادا کئے ہوں گے۔

دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے۔

تیسرا وہ شخص جس نے روزانہ پانچ وقت لوگوں کو نماز کی دعوت دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ امامت اور مؤذنی کے فرائض اللہ کے نزدیک مؤقر عمل ہے اور دونوں قسم کے لوگوں کے لئے اللہ تعالی کی خاص رحمت ومہربانی مقدر ہے۔

## انتقال

اللہ تعالی نے استاذ مرحوم کو جب اپنے پاس بلانا چاہا تو اس مہینہ کا انتخاب کیا جس کی ہر مسلمان کو خواہش رہتی ہے یعنی رمضان المبارک (شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت والد صاحب (یعنی صاحب معارف القرآن، سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) کا مرض وفات جس میں آپ کا انتقال ہوا، اسی مرض وفات میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور رمضان المبارک میں بار بار آپ کو دل کی تکلیف اٹھتی رہی اور اتنی شدت سے اٹھتی تھی کہ یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ آخری حملہ ثابت نہ ہو جائے، اسی بیماری میں جب رمضان المبارک گزر گیا، تو ایک دن فرمانے لگے ہر مسلمان کی آرزو ہوتی ہے کہ اس کو رمضان المبارک کی موت نصیب ہو، میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اللہ تعالی رمضان المبارک کی موت عطا فرمادے، کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، تو بڑے بڑے اولیاء اللہ کی جو خواہش ہوا کرتی ہے اس مہینہ میں اپنے پاس بلایا۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کی یاد میں لاجپور میں منعقد تعزیتی اجلاس میں کی گئی آپ کی تقریر

**نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم . امّا بعد**

**فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ☆بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆**

**کل من علیھا فان ، ویبقی وجه ربک ذوالجلال واکرام**(سورۂ رحمٰن، آیت نمبر ۲۶، ۲۷)

## مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے رحمت تھا

واجب الاحترام، حضراتِ علماءِ کرام، محترم بزرگوں اور دوستو!

آج کا یہ جلسہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف تشریف لے جانے کی وجہ سے منعقد ہوا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ اپنے زمانے کی بہت بڑی شخصیت تھے آپ کی وجہ سے بہت سے فتنے دبے ہوئے تھے جیسے غیر مقلدیت، مودودیت، رضاخانیت وغیرہ کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی فرقہ ، اہلِ حق کے خلاف فتنہ کھڑا کرنا چاہتا حضرت مفتی صاحبؒ اہلِ حق کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے کوئی رسالہ یا کتابچہ شائع فرماتے جس کی وجہ سے وہ فتنہ دب جاتا اور امت کو صحیح راستہ مل جاتا۔

## مادرزاد ولی

اللہ تعالیٰ نے یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو مادرزاد ولی بنایا تھا،

آپ ولیٔ کامل تھے، اس بات کی بہت سے علماءِ کرام نے تصدیق بھی کی ہے یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت محبت فرماتے تھے، جب حضرت مفتی صاحبؒ نے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو اپنی اصلاح کے لئے خط لکھا تو حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپ کی اصلاح کرسکوں، آپ کی ذات سے تو لوگوں کو بہت فائدہ پہونچ رہا ہے آپ تو بنے بنائے ہیں۔

## آپ کی صحبت ذریعۂ سکون تھی

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو ظاہری حسن کے ساتھ باطنی حسن بھی خوب عطا کیا تھا، ظاہری حسن سے سکون اس طور پر ملتا تھا کہ کوئی شخص دنیوی اعتبار سے کتنا ہی پریشان ہوتا جب وہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی اس کو سکون مل جاتا تھا، اور جو آدمی دینی اعتبار سے کوئی الجھن میں ہوتا حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت مفتی صاحبؒ اپنے روحانی علوم سے اس کو مستفیض فرماتے، جس کی وجہ سے اس کی الجھن دور ہوجاتی تھی، اس کے دل میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا تھا، اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ کا وجود امت کے لئے پرسکون تھا۔

## الاستقامۃ فوق الکرامۃ

حضرت مفتی صاحبؒ نے تقریباً سوسالہ زندگی استقامت کے ساتھ گزاری،

حضرت مفتی صاحبؒ کی موجودگی میں کتنے ہی داخلی وخارجی فتنے رونما ہوئے لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے ان سے کوئی اثر قبول نہیں کیا،حضرت مفتی صاحبؒ برابر مستقیم الحال رہے، پوری زندگی دین پر استقامت کے ساتھ گزاری، استقامت وہ دولت ہے جس کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے ’’ الاستقامة خیر من الفِ کرامةٍ ‘‘ (مرقاۃ) استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

## اساتذۂ کرام کی دعا

حضرت مفتی صاحبؒ سے اساتذۂ کرام بھی بہت خوش تھے،آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے،آپ کے حق میں دعائیں خیر کرتے تھے،حضرت مفتی صاحبؒ جب جامعہ حسینیہ راندیر میں پڑھ رہے تھے اس وقت جامعہ حسینیہ کے بانی ومہتمم حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ راندیری نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمر میں خوب برکت عطا فرمائے، اور آپ سے دین کا خوب کام لے،آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بانئ جامعہ کی وہ دعا جو حضرت مفتی صاحبؒ کے حق میں کی تھی حرف بحرف قبول فرمائی۔

## فتاویٰ رحیمیہ پڑھ کر دینی رہنمائی حاصل کریں

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی اردو زبان میں دس جلدوں میں اور گجراتی زبان میں پانچ جلدوں میں ’’فتاوی رحیمیہ،، کے نام سے شائع ہو چکے ہیں،ہمیں چاہئے کہ ہم جس زبان میں یہ فتاوی پڑھ سکتے ہو خرید کر پڑھے۔

## ایک دعا جس کو ہمیں پڑھتے رہنا چاہئے

نیز ہمیں چاہئے کہ ہم یہ دعا بھی پڑھتے رہیں ''**اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ** (جمع الفوائد ص۳۴۵) اے اللہ! جیسے آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی سو سالہ زندگی میں ہمیں سکون واطمنان کے ساتھ رکھا ان کے چلے جانے کے بعد بھی ہمیں فتنہ وفساد میں مبتلا مت کرنا، کیونکہ اللہ والوں کے دنیا سے چلے جانے سے دنیا میں بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں اور امن وسکون ختم ہو جاتا ہے۔

چلے گئے بہت جلد ہمیں چھوڑکر
اس جہان فانی سے منہ موڑکر
آتی ہے یاد ان کی تو آنکھیں نم ہو جاتی ہے
کسی کے جانے سے کہانی کہاں ختم ہوجاتی ہے

(سلام لاجپوری)

# استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب اورنگ آبادی نور اللہ مرقدہ

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادر ایام ہیں
غربت و افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجال شکوہ ہے نے طاقت گفتار ہے
زندگانی کیا ہے اک طوق گلو افشار ہے
موت تجدید مذاق زندگانی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

## استاذ فارسی

درجہ عالمیت کے میرے اساتذہ میں سے ایک استاذ حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب اورنگ آبادی رحمہ اللہ تھے، جن سے میں نے مفتاح العلوم تراج میں کریما، گلستاں، بوستاں، منہاج العربیہ وغیرہ کتب پڑھی ہے۔

## تفصیلات

اسم گرامی (مولانا) محمد امین

تعلیم ۔مفتاح العلوم تراج میں فارسی اول وعربی اول کی تعلیم حاصل کی، بعدہ جامعہ حسینیہ راندیر پہنچے اور ایک سال جامعہ حسینیہ میں گذارا، پھر راندیر سے حیدرآباد کا رخ کیا اور وہاں سے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۸۹ء میں سند فضیلت وفراغت حاصل کی،

افتاء۔جلال آباد سے ۱۹۹۰ء میں مکمل کیا۔

تدریس۔ مفتاح العلوم تراج میں ۱۹۹۳ء سے لیکر ۱۹۹۷ء تک یعنی چار سال تدریسی خدمت انجام دی، فارسی اول وعربی اول کی کتب زیر درس تھی، ساتھ میں کتب خانہ کی ذمہ داری بھی تھی جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

ذوق۔لغات دیکھنے کا بڑا شوق تھا اور لغات بہت یاد بھی تھی۔

مہارت۔عربی، فارسی، اردو، ہندی اور مراٹھی زبان پر عبور حاصل تھا، گجراتی زبان بھی کافی حد تک سمجھ اور بول لیتے تھے۔

انداز درس۔ درس کا بڑا پیارا انداز تھا اللہ تعالی نے آپ کو افہام وتفہیم کا اچھا سلیقہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے اکثر طلباء کو دوران درس ہی سبق یاد ہو جاتا تھا، دوران درس موقع ومحل کی وجہ سے اور کبھی کبھی طلباء کی تفریح طبع کے لئے بھی شعر سناتے تھے وہ سب اشعار تو اب یاد نہیں ہے چند ایک اشعار جو یاد رہ گئے ہیں پیش خدمت ہے۔

راہ دور عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(میر تقی میر)

اس میں کچھ ترمیم کرتے ہوئے کبھی یوں بھی گنگناتے تھے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(غالب)

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزوؤں میں کٹ گئے دو انتظار میں

(شاہ ظفر)

ایک طالب علم سنیچر کے دن عینک (چشمہ) لگا کر حضرتؒ کے درس میں حاضر ہوا، پوچھا یہ چشمہ کیوں لگایا ہے؟ طالب علم نے بتایا کہ ڈاکٹر کو نو ساری آنکھ دکھانے گیا تھا تفتیش میں یہ بات سامنے آئی کہ بینائی کچھ کمزور ہوگئی ہے اس لئے عینک لگائی ہے، اس پر فوراً یہ شعر پڑھا۔

چشمے پہ چشمہ لگایا سوجھی دور کی
مفت میں اندھے بنے صورت بنی لنگور کی

(اس پر خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کا ملفوظ یاد آیا، ایک دفعہ ایک طالب علم جو آپ سے تعلق رکھتا تھا کسی کام سے سفر پر گیا تھا واپسی پر دریافت کیا ظالم! کئی روز سے نظر نہیں آئے، کہاں گئے تھے؟ جواب دیا کہ حضرت! نوساری ڈاکٹر کو آنکھ دکھانے گیا تھا، فرمایا چھوٹے سے آدمی ہو اور ڈاکٹر کو آنکھ دکھاتے ہو)

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(اقبال)

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا
سیاحت کا جسے ہو شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی کتابیں ہیں چمن اپنا

## ھدیہ

۲۰۱۰ء میں برطانیہ سے اپنے آبائی گاؤں لاجپور گیا تھا، استاذ مرحوم کو پتہ چلا تو لاجپور میرے مکان پر حاضر ہوئے اور خالص شہد کی دو بوتل ہدیۃً پیش کی۔

یہ حضرتؒ کی ذرہ نوازی اور آپ کے بلند اخلاق کا ایک ادنی کرشمہ تھا کہ خود

اپنے شاگرد کو ملنے کے لئے تشریف لائے ورنہ وہ فون کر کے مجھے تراج بھی بلا سکتے تھے۔

## مدرسہ مسیح الامت کا قیام

آپ کی تدریسی خدمت مفتاح العلوم تراج میں جاری تھی کہ اورنگ آباد میں مدرسہ مسیح الامت کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا، ایک طرف تراج میں آپ کی تدریس کا شغل بھی جاری تھا اور دوسری طرف اورنگ آباد میں مدرسہ کا تعمیری کام بھی ہو رہا تھا، جب مدرسہ کا تعمیری کام ۱۹۹۷ء میں مکمل ہو گیا تو پھر آپ مستقل طور پر اورنگ آباد کے مدرسہ مسیح الامت تشریف لے گئے اور تادم مرگ (مرتے دم تک) اس سے وابستہ رہے، شروع کے دو سال اہتمام کے ساتھ ساتھ آپ نے فارسی کے درجات کی تدریس بھی کی بعدہ مستقل طور صرف اہتمام سنبھالے رہے۔

## مہمان نوازی

رفیق درس مولانا عیسی ویسموی (جو ماشاء اللہ پچھلے کئی سالوں سے اپنی مادر علمی مفتاح العلوم تراج میں درجہ علیا کی کتابوں کے کامیاب مدرس ہے، میرے اس مضمون کی تیاری میں بھی انہوں نے رہنمائی کی ہے اللہ تعالی انہیں خوب علمی ترقی سے نوازے) نے مجھے بتایا کہ ان کا اورنگ آباد کا سفر ہوا، استاذ محترم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے گھر سے شہر اورنگ آباد ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ساتھ میں ڈھیر ساری اشیاء کھانے پینے کی بھی لیتے آئے، اور فرمایا کہ آپ ہمارے شاگرد تو ہو ہی آج ہمارے مہمان بھی ہو، اس طرح کا جذبہ آج کے دور میں ایک شاگرد کے لئے بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

## استقبالیہ کلام

ہمارے اکابر کا ایک طریق یہ بھی رہا ہے کہ کسی بڑی شخصیت کی تشریف آوری پر استقبالیہ کلام پڑھا سنایا اور پیش کیا جاتا ہے، اس کی دو مثالیں ذکر کرتا ہوں۔

(۱) ہمارے گاؤں لاجپور میں جب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تشریف آوری ہوئی تو اس موقع پر ہمارے گاؤں کے حق گو عالم دین حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈایاؒ نے جو استقبالیہ کلام پیش کیا تھا اس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے

عیاں ہے شان عالی حضور طیب والا
ہے سربر آمد ان قدسیوں میں حضرت والا
رہا ہے خادم دین خاندان حضرت عالی
شہادت دیتا ہے دار العلوم دیوبند اب بھی
مبارک ہو ہمارے پیشوا تشریف لائے ہیں
مبارک ہو ہمارے مقتدا تشریف لائے ہیں
وہ جن کی قدسی الفطرت کل اصل وفرع اطہر ہے
زمین لاجپور آج ان کے قدموں سے منور ہے

(ذکر صالحین ج۲ص ۲۶۷)

(۲) حضرت حکیم الاسلامؒ کی سفر حج سے واپسی پر سالانہ امتحانات کے قریب ہونے کے باوجود طلبۂ دار العلوم دیوبند نے ایک جلسۂ استقبالیہ منعقد کیا جس میں نظم ونثر میں حضرت والا سے اپنی ارادت وعقیدت کے ساتھ بخیریت واپسی پر بارگاہ خداوندی میں نذرانۂ تشکر پیش کیا گیا، اسی جلسہ میں بحیثیت طالب علم حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اپنے پاکیزہ ادبی ذوق کے تحت استقبالیہ کلام پیش کیا تھا اس کے دوشعر پیش خدمت ہے ۔

مخفی ہے مرے سینے میں عظمت جناب کی
ظاہر کروں میں اس کی ضرورت نہیں مجھے
جی چاہتا ہے اور لکھوں شعر کچھ مگر
کہتا ہے امتحان کہ فرصت نہیں مجھے

حضرت حکیم الاسلامؒ نے اس شعر کو سنکر ہنستے ہوئے فرمایا کہ اور شعر کہنے کی ضرورت بھی نہیں ہے آپ نے اسی میں سب کچھ کہدیا ہے۔

تو خیر، مفتاح العلوم تراج کے بانی حضرت مولانا محمد امین صاحب تراجوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد پانڈور صاحب اٹالویؒ برطانیہ سے اپنے وطن اٹالوہ (ضلع سورت، گجرات، انڈیا) تشریف لائے تھے، مدرسہ کی انتظامیہ نے آپ کو مادر علمی میں مدعو کیا، اس موقع پر حضرت مولانا مرحوم کے لئے ایک خصوصی استقبالیہ جلسہ کا انعقاد کیا گیا تھا، استاذ مرحوم سے استقبالیہ کلام لکھنے کی فرمائش کی گئی، آپ نے فوری

طور پر ایک کلام تیار کیا اور اسے حضرت مولانا احمد پانڈور صاحبؒ کی موجودگی میں ہمارے ایک ساتھی مولانا عباس بلیشوری (جو فی الحال بارباڈوز میں مقیم ہے) نے پڑھا تھا اور خوب پڑھا تھا وہ پورا کلام تو ذہن میں محفوظ نہیں ہے اس کا کچھ حصہ یاد رہ گیا ہے جو کہ اس طرح تھا

آپ آئے بہار آئی ہوا پر نور گلشن علوی
مرحبا مرحبا اے شیخ احمد اٹالوی
آمد سے آپ کی ہر طرف ہے دھوم مچی
مرحبا مرحبا اے شیخ احمد اٹالوی

## مسکان

حضرت استاذ مرحوم کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ تیرتی رہتی تھی، جب بھی آپ کے چہرے پر نظر پڑی مسکراتا ہوا پایا، آپ چھوٹے بڑے ہر ایک سے ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ میں ایک وصف یہ بھی تھا کہ آپ ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔

## انتقال پر ملال

۲۸ اگست ۲۰۱۷ء بروز پیر ایک حادثہ کا شکار ہو کر آپ نے اس عالم فانی سے عالم آخرت کا رخ کیا، اللہ تعالی حضرت استاذ مرحوم کی بھرپور مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، آپ کی دینی خدمات اور تمامی حسنات کو شرف

قبولیت بخشے،بشری تقاضے کی وجہ سے جو کمی کوتاہیاں ہوگئی ہو اسے معاف فرمائے،آمین۔

## یادگار

مدرسہ مسیح الامت جوحضرت الاستاذ کی ایک عظیم یادگار ہے میں فی الحال دینیات اور درجہ حفظ کی تعلیم دی جارہی ہے اللہ تعالی اس چمن کوخوب بارآور فرمائے اور مدرسہ کوتعلیمی اعتبار سے دن دونی رات چوگنی ترقی سےنوازے،آمین۔

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

# حضرت مولانا محی الدین قاضی صاحب راندیری، المعروف بہ قاضی ماما

## اولین شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ

دار العلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث ہونے کا شرف سرزمین لاجپور کے ایک سپوت کے حصہ میں آیا ہے، ان کا اسم گرامی ہے ''حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحب لاجپوریؒ''، فخر گجرات حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ، سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ نے بھی بخاری شریف آپ ہی سے پڑھی تھی، دار العلوم دیوبند و جامعہ حسینیہ، راندیر کے مایہ ناز استاذ و مفتی حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ نے آپ کے بخاری شریف کا درس سنا تو اتنا پسند آیا کہ آپ نے حضرتؒ کی اجازت سے پورا ایک سال جامعہ حسینیہ سے رخصت لیکر حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحبؒ کے درس بخاری میں شرکت کی، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے دار العلوم اشرفیہ میں تقریباً پچاس سال بخاری شریف کا درس دیا تھا (بروایت حضرت مفتی رشید احمد صاحب کٹھرادا دامت برکاتہم) حضرتؒ کی قبر راندیر کے مشہور قبرستان گورغریباں میں ہے۔

## خود بھی تھے سید، مشہور تھے قاضی

اسی خاندان یعنی حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے خاندان کے سپوت تھے استاذ مرحوم حضرت مولانا قاضی محی الدین صاحب المعروف بہ قاضی ماما، استاذ مرحوم کے تعلق سے منظوم کلام پیش ہے۔

یاد آرہا ہے مجھے اپنا ماضی
خاص کر استاذ مرحوم محی الدین قاضی
خدا نے بخشا تھا یہ اعجاز تھے حاجی
استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
نظر آتے تھے سدا صف اول میں
تکبیر اولی سے شرکت کے تھے عادی
خدا کی رضا میں رہتے تھے راضی
استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
تھے داماد مفتی لاجپوری کے
خود بھی تھے سید مشہور تھے قاضی
تھے ظریف الطبع راندیر کے تھے باسی
استاذ مرحوم مولانا محی الدین قاضی
مزاج میں تھی خوش مزاجی
رہتے تھے طلباء آپ سے راضی
کی طویل عرصہ خدمت دین
خدا تعالی ہو ان سے راضی
ہے اولاد دیندار و نمازی

نمایاں ہیں ان میں مرغوب و خلیل قاضی
سلام نے پڑھی ہے علم الصیغہ
ہے بہت کچھ آپ سے سیکھا
دعا ہے خدا سے قبول تمام خدمات ہو
جنت الفردوس میں بلند آپ کے درجات ہو

## دارالعلوم کے تین خدمت گذار

استاذ مرحوم کا نام ''محی الدین،،تھا،معروف ''قاضی ماما،،سے تھے،دار العلوم اشرفیہ میں طویل عرصہ دینی خدمت انجام دی،جس وقت بندہ دار العلوم اشرفیہ میں طالب علم تھا اس وقت تین استاذ ایسے تھے جن کو دارالعلوم میں خدمت کرتے ہوئے تیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا تھا،وہ تھے

(۱) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسریؒ

(۲) حضرت مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا محی الدین صاحبؒ (قاضی ماما)

## نشست گاہ

اس وقت حضرت استاذ مرحوم کے پاس صرف ایک کتاب کا درس ہوتا تھا، وہ کتاب تھی ''علم الصیغہ ،استاذ مرحوم کی درس گاہ دار العلوم کے کتب خانہ میں تھی،کتب خانہ میں آپ کے ساتھ حضرت مولانا فیروز صاحب دامت برکاتہم کی بھی نشست

تھی،حضرتؒ کتب خانہ میں داخل ہونے کے ساتھ بالکل سامنے دیوار کے ساتھ کھڑکی تھی وہاں جلوہ افروز ہوتے تھے،حضرتؒ صرف صبح چار گھنٹہ مدرسہ میں حاضری لگاتے تھے(ہمارے دور طالب علمی میں )دوپہر میں دار العلوم کی انتظامیہ نے رخصت دے رکھی تھی۔

## ایک معمول

دور طالب علمی کے زمانہ میں حضرت کوروزانہ صبح مدرسہ کا جووقت طے ہوتا تھا اس سے کچھ دیر پہلے ایک صاحبزادے سکوٹر پر دار العلوم چھوڑ جاتے تھے،حضرت سیدھے مدرسہ کی آفس میں حاضری دیتے،وہاں عربی دوم کی جماعت کے طلباء جن کوحضرت ''علم الصیغہ،، پڑھاتے تھے وہ موجودہوتے تھے،ایک لمبی چادر کہہ لیجئے یا کپڑا وہ بچھایا جاتا اس پرتسبیح کے دانے بکھیر دیئے جاتے ،طلباءاس پر''**لاملجا ولا منجا منک الا الیک**،،وغیرہ کاورد کرتے اورساتھ یہ مناجات ۔

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
قاضی حاجات و وہاب و کریم
اے الہ العالمیں اے بے نیاز
دین و دنیا میں ہمارے کارساز
ہم ہیں بیکس اور تو بیکس نواز
ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز

تو ہی معبود اور تو ہی مقصود ہے
ترے ہی ہاتھوں میں خیر وجود ہے
تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے
جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے
تو وہ داتا ہے کے دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے
مانگنا ہم پر کیا ہے تونے فرض
اور سکھا ہم کو دیئے آداب عرض
مانگنے کو بھی ہمیں فرمادیا
مانگنے کا ڈھنگ بھی بتلادیا
ہر طرف سے ہو کے ہم خوار و تباہ
آپڑے اب ترے در پر یا الٰہ
گرچہ یارب ہم سراپا ہیں برے
اب تو لیکن آپڑے در پر ترے
دل میں ہیں لاکھوں امیدیں جلوہ گر
ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر
ترے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو

پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو
تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا
کون پوچھے گا ہمیں ترے سوا
ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں
ہم ترا در چھوڑ کر جائے کہاں
صدقہ اپنی عزت و اجلال کا
صدقہ پیغمبر کا ان کی آل کا
اپنی رحمت ہم پر اب مبذول کر
یہ مناجات اور دعا مقبول کر

بعدہ حضرت استاذ مرحوم دعا کراتے تھے، علم الصیغہ پڑھنے والی جماعت کے طلباء کو سال بھر میں کئی دفعہ اپنی طرف سے اور کبھی مدرسہ کی انتظامیہ سے درخواست کر کے راندیر کی مشہور ''آلو پوری،، بھی کھلاتے تھے۔

## صلوۃ التسبیح

حضرت کا ایک خاص معمول ذکر کرنا ہے، اس سے پہلے اس عمل کے تعلق سے کچھ ضروری باتیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ اے چچا! کیا میں تم کو کچھ عطیہ نہ کروں کہ جب تم ان کو کرلو تو اللہ تعالی تمہارے

اگلے، پچھلے، قدیم وجدید، خطا سے ہو یا عمد سے، چھوٹے ہوں یا بڑے، پوشیدہ ہو یا علانیہ تمام قسم کے گناہوں کو معاف فرمادیں، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صلوۃ التسبیح کی نماز تعلیم فرمائی تھی۔

اس سے علماء نے لکھا ہے کہ نفل نمازوں میں اس نماز (صلوۃ التسبیح) کا ایک خاص درجہ ہے اس لئے کہ اس نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیہ، تحفہ، بخشش اور خوش خبری فرمایا ہے، اس لئے حسب سہولت اس نماز کو معمولات زندگی میں شامل کرنا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''صلوۃ التسبیح،، پڑھنا اکثر صالحین امت کا معمول رہا ہے (معارف الحدیث ج۳ص۱۷۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے صلوۃ التسبیح کی نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں، اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہے کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس وجہ سے ان اذکار ودعوات والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں، ان کے لئے یہی صلوۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے، اور چونکہ ایک ہی کلمہ باربار پڑھا جاتا ہے اس لئے عوام کے لئے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے یہ بات بھی ذکر فرمائی کہ اگر ہوسکے تو اس

نماز کو روزانہ پڑھنا چاہئے، یہ نہ ہوسکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھنا، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہئے۔

## قابل رشک معمول

استاذ مرحوم کا صلوۃ التسبیح روزانہ پڑھنے کا معمول تھا، ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اول نمبر پر جو چاہت تھی اور جو اس نماز کی ادائیگی کا اعلی درجہ ہے کہ اس نماز کو روزانہ پڑھا جائے، حضرت رحمہ اللہ کا اسی پر عمل تھا۔

## امامت

فقیہ العصر، سید السادات، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ راندیر کی ہجیرہ مسجد جس کو بڑی مسجد بھی کہا جاتا ہے اس میں امامت کی خدمت سے وابستہ تھے، رشتہ میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے استاذ مرحوم داماد تھے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا مکان مسجد سے کچھ فاصلہ پر تھا، حضرتؒ نماز ظہر سے پہلے فتوی نویسی میں مشغول ہوتے، بعض مرتبہ وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، گھڑی پر جب نظر پڑتی تو دیکھتے کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا ہے، جلدی سے مسجد پہنچتے، اتنا وقت نہیں ہوتا کہ نماز ظہر سے پہلے کی سنت ادا کر سکے، تو حضرت مفتی صاحبؒ امامت نہیں کراتے تھے بلکہ استاذ مرحوم سے فرماتے کہ آپ نماز پڑھا لے، اس طرح استاذ مرحوم کو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی موجودگی میں (کئی مرتبہ غیر موجودگی میں

بھی) امامت کا شرف حضرت مفتی صاحب کے مصلی پر حاصل رہا ہے۔

## مزاح

آپ کے مزاج میں مزاح بھی خوب تھا، طلباء اور بعض اساتذہ سے بھی مزاح فرماتے تھے، امتحان ہال میں جس کسی استاذ کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اس کو امتحان ہال میں خوب ہنساتے تھے۔

## ہدیہ کا ہدیہ

حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ سے بھی بڑے اچھے تعلقات تھے، دوران درس کئی مرتبہ سنایا کہ حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ جب کہیں نکاح پڑھانے کے لئے جاتے تھے تو مجھے (حضرت الاستاذؒ کو) بھی ساتھ لیجاتے تھے، حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ کو ہدیہ میں جو چیز پیش کی جاتی اس میں بعض مرتبہ ٹاوَل towel بھی ہوتے تھے، فرمایا کہ اولاً تو حضرت شیخ اجمیریؒ ہدیہ لینے سے منع کرتے، میزبان مصر ہو جاتے تو حضرت شیخ ان کا دل رکھنے کی خاطر وہ ہدیہ قبول کر لیتے اور پھر وہ ٹاوَل یا اس قسم کی کوئی چیز ہوتی وہ مجھے ہدیہ کر دیتے تھے۔

## عاشق قرآن

کرتے شب و روز تلاوت قرآن تھے
تھی تلاوت خوب عاشق قرآن تھے

(سلام لاچپوری)

حضرت الاستاذؒ کو قرآن کریم کی تلاوت سے خوب شغف تھا، کہہ سکتے ہیں کہ عاشق قرآن تھے، روزانہ ایک اچھی خاصی مقدار تلاوت قرآن کا معمول تھا، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے حضرت الاستاذؒ نے درس میں بتایا تھا کہ میں حافظ قرآن نہیں ہوں مگر کثرت تلاوت کی وجہ سے قرآن کریم کا کافی حصہ مجھے حفظ ہو چکا ہے، عام نماز یا نماز تراویح میں کسی کو غلطی لگتی ہے تو مجھے غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔

## ناز

شاگردوں پر مرے مجھے خوب ناز ہے
ہے ان میں کوئی کوہ نور تو کوئی سر کا تاج ہے

(سلام لاجپوری)

حضرت اپنے باصلاحیت شاگردوں پر ناز فرماتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا تعالی مجھ سے پوچھے گا کہ محی الدین کیا لایا؟ تو میں کہوں گا دو محدث اور تین داعی چھوڑ کر آیا ہوں، دو محدث سے مراد

(۱) حضرت مفتی احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم العالیہ

(۲) اور حضرت مولانا یعقوب صاحب سارودی رحمہ اللہ

اور تین داعی سے مراد

(۱) حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی دامت برکاتہم العالیہ

(۲) حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(۳) حضرت مولانا سلیمان جھانجی رحمہ اللہ (حیات عارف ص ۱۴۱ بتغیر)

## ایں ہمہ خانہ آفتاب است

خاندان کو رہا علم سے لگاؤ ہے
بہتا رہا اس میں علمی فیضان ہے

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم علمی گھرانے کے فرد تھے، آپ کے بعد بھی ماشاء اللہ آپ کے خاندان میں علمی سلسلہ جاری ہے، صاحبزادگان، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں ماشاء اللہ ان میں کوئی حافظ قرآن ہے، تو کوئی عالم دین اور کوئی مفتی، اللہ تعالی بعافیت یہ نورانی سلسلہ خاندان میں تاقیامت جاری رکھے، آمین

نیز دعا ہے کہ رب کریم آپ کی تمام علمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے، آمین

تھی دل میں کچھ یادیں رقم کردی
آپ قارئین کی نذر کردی

(سلام لاجپوری)

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اک جسم ناتواں کو توانائی دے گیا

# قدوۃ الکاملین،زبدۃ العارفین
# حضرت مولانامفتی عارف حسن عثمانی
# رحمہ اللہ
# سابق استاذا لحدیث والتفسیر دار
# العلوم اشرفیہ، راندیر

چہرہ تھا نورانی باتیں تھی عرفانی

تھے احقر کے استاذ مکرم نام تھا عارف حسن عثمانی

تھے عاشق قرآن کرتے تھے بیاں خوب تفسیر قرآنی

آتے ہیں خوب یاد استاذ مرحوم مفتی عارف عثمانی

تھے شریف النفس و عالم ربانی

چمکتا تھا پیشانی سے خوب نور ایمانی

خود بھی تھے عالم دین والد بھی تھے عالم حقانی

تربت پہ ان کی برستا رہے فضل یزدانی

سعادت تو دیکھئے صاحبزادگان بھی ہے عالم ربانی

ایں سعادت بزور بازو نیست ہے یہ فضل ربانی

تھے امام مسجد کرتے تھے خوب تلاوت قرآنی

لگتی تھی مسجد میں ماہ رمضان محفل قرآنی

لوگ جوق در جوق آتے تھے سننے تفسیر قرآنی

سنتے تھے بڑے غور سے تفسیر عثمانی

اب بھی سجتی ہے بماہ رمضان یہ محفل قرآنی

اب کرتے ہیں بیاں تفسیر قرآں عادل عثمانی

ہے استاد زادوں میں بھی والد کی طرح

وہی ذوق قرآنی کرتے ہیں بیاں تفسیر قرآنی

ہے مسجد میں اب بھی جاری فیض عثمانی

ہے دعا چلتا رہے بعافیت یہ سلسلہ بفضل سبحانی

کی اشرفیہ میں طویل عرصہ خدمت قرآنی

ہوئی وفات تو تھا ماہ ماہ رمضان یعنی ماہ قرآنی

پہنچاتے رہے تاحیات لوگوں کو پیغام رحمانی

استاذ مرحوم مفتی عارف حسن عثمانی

سلام کی ہے دعا جنت الفردوس آپ کا مقام ہو

اور آپ کے طفیل راضی ہم سے خدائے ذوالجلال ہو

(۲)

تھا نام مبارک عارف حسن
تھی علم دین سے خوب لگن
کرتے تھے بیاں علوم و معارف
استاذ مکرم مفتی عارف
تھے اس اعتبار سے بھی خوش قسمت
جڑی تھی خاندان سید سے نسبت
راندیر اشرفیہ میں تھے استاذ حدیث
تھا طلباء میں مقبول درس حدیث
رہا تا دم حیات اشرفیہ سے جڑاؤ
تفسیر قرآن کی طرف تھا خوب جھکاؤ
تھے مسجد ہجیرہ کے پیش امام
طویل عرصہ تک دی امامت کی خدمت انجام
کرتے تھے ماہ رمضان میں قرآن کی تفسیر
دور دراز سے آتے تھے سننے لوگ تفسیر
تھا بڑا پیارا انداز تفہیم
تھے بڑے دانا ذکی ذہین و فطین

کرتے تھے تلاوت قرآن بھی خوب
تھے سب مقتدیوں کے بڑے محبوب
ماہ رمضان میں پائی وفات
تھی آپ میں بڑی عظیم صفات
رکھتے تھے اپنے کام سے کام
بخشا تھا خدا نے بڑا اونچا مقام
حاصل ہوئی آپ کو یہ بھی سعادت
کی تھی مفتی لاجپوری کے جنازے کی امامت
دین کی خاطر دی خوب قربانی
تھا خاندان خاندان عثمانی
سلام کی دعا خدا قبول کرے
آپ کی تمام خدمات قبول کرے

## تفصیلات

ولادت۔۲۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء مطابق ٦ ذی الحجہ ۱۳٦۷ھ بروز اتوار بوقت صبح صادق ''کالوپور احمد آباد،، میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم۔''بمبئی،، میں حاصل کی جسے آج کل ممبئی کہا جاتا ہے۔

حفظ قرآن۔ابتدائی چند پارے بمبئی میں اور تکمیل ''آگرہ،، میں کی۔

درجۂ عالمیت ۔ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ آگرہ میں حاصل کی اور تکمیل وسند فضیلت وفراغ ام المدارس ''دارالعلوم دیوبند،، سے ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں حاصل کی۔

افتاء۔۱۹۷۷ء میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

تدریس وامامت۔علوم آلیہ کی تحصیل کے بعد دوسال تک '' دارالعلوم گلزار حسینیہ اجراڑہ ضلع میرٹھ یو،پی ،، میں تدریسی خدمت انجام دی، بعدہ ''احمد آباد گجرات ،، میں چھ سال تک افتاء کی خدمت کے ساتھ امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے، بعدہ ''قریۃ الصالحین راندیر،،تشریف آوری ہوئی ، دارالعلوم اشرفیہ میں تقریبا پچیس (۲۵) سال تک درجۂ عالمیت کے اسباق پڑھائے،ساتھ راندیر کی بڑی مسجد میں تقریباً ۲۵ سال تک امامت وخطابت کے فرائض بھی بحسن وخوبی انجام دیئے۔

عقد مسعود۔دارالعلوم اشرفیہ، راندیر کے استاذ مرحوم اور فقیہ العصر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ کے بڑے داماد

حضرت مولانا سید قاضی محی الدین صاحب (جو قاضی ماما کے لقب سے معروف تھے) کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

اولاد۔اللہ تعالی نے آپ کو چار بیٹے عنایت فرمائے، پہلے بچے کا انتقال جس کا نام ''محمود الحسن،، تھا پیدائش کے تین روز بعد ہو گیا تھا، بقیہ تین صاحبزادے ماشاء اللہ بقید حیات ہے، دو بیٹے ماشاء اللہ عالم فاضل ہے اور خاندان کی دینی روایت کو بحسن و خوبی سنبھالے ہوئے ہیں اور آگے بڑھا رہے ہیں، اسماء گرامی اس طرح ہیں

(۱) مولوی شاہد حسن عثمانی (۲) مولوی محمد عادل عثمانی (۳) عتاب احمد عثمانی۔

انتقال۔۶ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۷ اگست ۲۰۱۰ غالباً بروز پیر ہوا۔

آخری آرام گاہ۔راندیر کے قدیم ومشہور قبرستان گورغریباں جس میں بڑے بڑے علماء کرام، اولیاء عظام آرام فرما رہے ہیں اور جو ساڑھے تین سو سالہ پرانا قبرستان بتایا جاتا ہے تدفین عمل میں آئی، سابق مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے پہلو میں مدفون ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیریؒ ،خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلویؒ اور استاذ مرحوم حضرت مولانا سید قاضی محی الدین صاحبؒ کی قبریں بھی وہیں قریب میں ہیں۔

## عالم باعمل

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانش مند　　　　چار پائے برو کتابے چند

علم چاہے جتنا بھی حاصل کرلو اگر تمہارے اندر عمل نہیں ہے تو تم بے وقوف ہو، اگر کسی چوپائے پر چند کتابیں لاد دی جائیں تو وہ محقق یا دانش مند نہیں ہو جائے گا۔

معلوم ہوا کہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، استاذ مرحوم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالی نے علم کے ساتھ عمل کی توفیق سے بھی خوب نوازا تھا، آپ عالم باعمل تھے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

## خلاصۂ تقریر

بندہ جس سال دورۂ حدیث میں تھا جامعہ حسینیہ راندیر میں اس سال میں نے استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی نور اللہ مرقدہ کو لاجپور کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے خطابت کی دعوت دی، حضرت تشریف لائے، نماز جمعہ سے پہلے بیان کیا، تقریر کا عنوان تھا اہمیت ایمان وحفاظت ایمان، حضرتؒ نے ایمان پر خاتمہ ہو اس کے لئے تین دعائیں ذکر کی تھیں کہ اس کو پابندی سے معنی ومفہوم کو سمجھ کر اللہ تعالی سے مانگا جائے تو اللہ تعالی کی کریم ذات سے قوی امید ہے کہ خاتمہ بالخیر نصیب ہوگا۔

(۱) ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة، انك انت الوهاب

ترجمہ۔اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کوحق سے نہ ہٹا بعد اس کے کہ آپ نے حق کی طرف راستہ دکھلایا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرما (یعنی صراط مستقیم پر جما کر رکھ) آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

(حضرت تھانویؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''کشکول معرفت ص ۳۰ پر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد الحاح یعنی عاجزی وانکساری سے اور گڑگڑا کر مانگ لیا کرے)

**(۲)فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین**

اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا دنیا اور آخرت میں کارساز ہے،تو مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صلحاء کے ساتھ ملادے۔

(حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اپنی مشہور زمانہ مایہ ناز تفسیر ''معارف القرآن جلد۴ص۱۷۳،، میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ دعا موت کی نہیں بلکہ حسن خاتمہ کی دعا ہے،حسن خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں، نیز لکھتے ہیں کہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں، یہ دعا ہر مسلمان کو مانگنی چاہئے)

**(۳)اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک، ویا**

**مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک**

اے اللہ! تو دلوں کو پھیرنے والا ہے ہمارے دلوں کو نیک کاموں کی طرف پھیر دے، اور اے اللہ تو دلوں کو الٹنے پلٹنے والا ہے، ہمارے دلوں کو دین اسلام پر جمادے۔

## فی الحال کچھ بھی کہنا مشکل ہے

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد گاؤں لاجپور کی ایک مسجد میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ کی یاد میں تعزیتی اجلاس کا انعقاد کیا تھا، بندے سے بھی کہا گیا کہ تجھے بھی اس میں کچھ بولنا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے میں پہنچا راندیر حضرت الاستاذؒ کی خدمت میں، اس موقع پر حضرتؒ نے پہلے تو یہ کہا کہ جب سے حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ہوا ہے صحت پر اس کا کافی اثر ہے لہذا اس سلسلہ میں کچھ بھی کہنا فی الحال مشکل ہے، اس پر میں خاموش ہو گیا، کچھ دیر بعد حضرتؒ گویا ہوئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے گزشتہ سال رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھے حالانکہ آپ کی طبیعت ناساز تھی سو سال کے قریب عمر تھی، نیز پورا مہینہ اپنے گھر میں چند احباب کے ساتھ نماز تراویح بھی تیمّم کر کے ادا فرمائی۔

## سحر

بندے کی ۲۰۰۹ء میں انڈیا حاضری ہوئی، حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوکر اپنی ایک پریشانی کا ذکر کیا، پریشانی یہ تھی کہ میں نے جب مسجد قبا میں امامت شروع کی اس وقت الحمدللہ مجھے تلاوت قرآن میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں تھا، مگر پھر اچانک تلاوت قرآن میں خاص کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت میں دشواری پیش آنے لگی، اس کا ذکر کیا۔

میری گفتگو سن کر حضرتؒ نے فرمایا کہ تو جس مسجد میں امام ہے وہاں چند سال پہلے میری بھی حاضری ہوئی تھی، میں جب مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو مسجد سے باہر مین روڈ پر کچھ ایسی چیزیں دیکھی تھی جس کا تعلق سحر سے ہے، نیز فرمایا کہ تمہارے علاقہ میں جو ایک قوم بستی ہے وہ سحر میں بڑی ماہر سمجھی جاتی ہے اس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارہ موجود ہے، ہوسکتا ہے........

## معذرت

بندے نے ایک مرتبہ بذریعہ فون حضرتؒ کو ہماری مسجد ''مسجد قبا،، میں رمضان المبارک میں بیان کے لئے دعوت بیان پیش کی، تو معذرت کی اور انکار کی تین وجوہات بیان فرمائی۔

(۱) فرمایا کہ مجھے جس مقصد کے لئے دعوت دی جارہی ہے وہ مقصد یہاں رہ کر بھی حاصل ہورہا ہے، چونکہ حضرت ہر سال رمضان المبارک میں درس قرآن کریم

راندیر کی بڑی مسجد جہاں کے آپ خطیب و امام بھی تھے بیان کرتے تھے، درس قرآن میں راندیر و اطراف راندیر سے کافی لوگ حاضری دیتے تھے۔

(۲) برطانیہ تو بڑے بڑے علماء تشریف لاتے ہی رہتے ہیں، یہاں (انڈیا میں) وہاں کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہے۔

(۳) حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری بیمار چل رہے ہیں انہیں اس حالت میں دیکھتے ہوئے ہند سے باہر کسی جگہ جانے کو دل گوارا نہیں کرتا، حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب کی چاہت بھی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت الاستاذؒ پڑھائے، جیسے حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ کی چاہت تھی کہ ان کی نماز جنازہ اگر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ حیات ہو اور وہ جنازہ میں پہنچ سکتے ہو تو وہ پڑھائے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندویؒ نماز جنازہ پڑھائے، نیز حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ علی میاں وہ ہے کہ ان کی پیدائش اللہ تعالی نے اس مٹی سے فرمائی ہے جس پر تیمّم کرنا جائز ہے یعنی پاک مٹی سے اشارہ تھا آیت وضو کی طرف "فتیمموا صعیدا طیبا"، اللہ تعالی نے حضرت الاستاذؒ کے حصہ میں یہ سعادت مقدر فرمائی تھی، آپ نے ہی مفتی اعظم ہند حضرت مولانا سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کی نماز جنازہ کی امامت کرائی تھی، آپ نے ہی خطیب الامت، سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

## علم وخشیت لازم وملزوم ہیں

جس طرح آگ کے لئے حرارت اور برف کے لئے برودت لازم ہے، اسی طرح علم صحیح کے لئے خشیت لازم ہے، اگر خشیت نہ ہوتو علم صحیح اس کو نہ کہا جائے گا کہ انتفا لازم انتفا ملزوم کو مستلزم ہے اور یہ لازم منصوص ہے لقولہ تعالی شانہ ''**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**

ترجمہ۔خدا تعالی سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو(اس کی عظمت کا علم )رکھتے ہیں اور لقولہ علیہ السلام

**واللہ انی لاعلمکم باللہ عز وجل واخشکم لہ،،**

اللہ تعالی نے استاذ مرحوم کے اندر علم صحیح کی برکت سے خوف خدا اور خشیت الہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کا ایک عالم دین کے اندر ہونا بہت ضروری ہے۔

## مقصد وعظ

امام غزالی رحمہ اللہ ''**ایھا الولد**،،نامی کتاب میں وعظ سے متعلق لکھتے ہیں کہ دراصل نیت یہ ہونی چاہئے کہ وعظ کے ذریعہ خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے، گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے، حرص سے زہد کی طرف، کنجوسی سے سخاوت کی طرف، ریاکاری سے خلوص کی طرف، تکبر سے انکساری کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، اور غرور سے پرہیزگاری کی طرف بلائے (مجموعہ رسائل امام غزالیؒ جلد اول ص ۱۷۵)

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے مخلوق خدا کو ''وعظ ونصیحت،، کے ذریعہ خوب فائدہ پہنچایا آپ کے ''وعظ،، میں وہ تمام باتیں پائی جاتی تھیں جس کی طرف امام غزالیؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔

## برائی سے روکنے میں بھی احتیاط سے کام لیں

وعظ ونصیحت کوئی ہتھوڑا نہیں ہے کہ جس کے سر پر چاہا جب چاہا مار دیا بلکہ اس کے بھی اصول وقواعد بیان کئے ہیں جس کی طرف سے آج کل بہت غفلت برتی جارہی ہے مگر حضرت مفتی صاحبؒ وعظ ونصیحت کے تمام اصول وقواعد کا لحاظ فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے امر بالمعروف کے ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ جب کسی برائی پر روک ٹوک کرنے سے کسی دوسری برائی کے رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو روک ٹوک سے پرہیز ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''**من رای من امیرہ ما یکرہ فلیصبر** (مشکوۃ شریف کتاب الارۃ والقضاۃ)

جو شخص اپنے امیر کی طرف سے ناپسندیدہ باتیں دیکھے تو اسے برداشت سے کام لینا چاہئے۔

اس بارے میں جوش اور جلد بازی کی روش اختیار کرنے سے ملت کے اندر بڑے بڑے فتنے کھڑے ہو چکے ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے اسلام میں جس قدر چھوٹے بڑے فتنے ظاہر ہوئے ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برائیوں کی

روک تھام میں بے تدبیری اور جلد بازی کی روش کو بڑا دخل رہا ہے،لوگوں نے برائیوں کو دور کرنا چاہا مگراس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے بڑی برائیاں پیدا ہو گئیں (اعلام الموقعین جلد نمبر ۳ص ۲۸)

ابن قیمؒ نے ابن تیمیہؒ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ تا تاری فتنے کے عہد میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کچھ ایسے لوگوں پر گذرے جو شراب نوشی کا شغل کر رہے تھے،امام کے ساتھیوں نے روکنا چاہا لیکن امام نے ان کو باز رکھا اوران سے کہا

**انما حرم الله الخمر لانها تصد عن ذكر الله و عن الصلاة وهؤلاء يصدهم الخمر عن قتل النفوس و سبى الذرية واخذ الاموال فدعهم**

خدا تعالی نے شراب سے روکا ہے اس لئے کہ وہ ذکر اللہ اور نماز سے باز رکھتی ہے لیکن یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ انہیں شراب نوشی کا مشغلہ قتل وغارت گری اور لوٹ مار سے روکتا ہے لہذا انہیں اس مشغلہ میں لگا رہنے دو (اخلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۷)

## ایک اہم وصف

استاذ مرحوم کا ایک امتیازی وصف ”گفتار،، میں صرف احتیاط نہیں بلکہ کمال درجہ کی احتیاط تھا،آپ نہ بلا ضرورت کلام فرماتے تھے اور نہ ہی زائد از ضرورت کلام فرماتے تھے،مشہور ہے کہ ”تول،مول،کہ بول،، صحیح معنی میں یہ وصف کسی کے اندر عملی

طور پر دیکھا جاسکتا تھا تو ان میں سے ایک نام استاذ مرحوم کا لیا جاسکتا ہے، ورنہ آج بلا ضرورت اور بلا وجہ بہت زیادہ بولنے کا لوگوں کو مرض لاحق ہوگیا ہے یہ چیز مستقل ایک بیماری کا روپ دھارن کرچکی ہے اوراس کے کیا کچھ فتنے رونما ہورہے ہیں اسے بیان کی ضرورت نہیں ہے ''عیاں راچہ بیاں،،

## دور حاضر کے دو مرض

پہلے کے صوفیہ فرماتے تھے کہ سلوک کو طے کرنے میں تین باتوں پر کنٹرول بہت ضروری ہے

(۱) کم خوردن (۲) کم خفتن (۳) کم گفتن

کم کھانا، کم سونا، کم بولنا مگر پھر حالات زمانہ اورلوگوں کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اس میں کچھ چھوٹ دیدی گئی کہ اب اگر کھانے کی مقدار کو کچھ بڑھا دیا جائے اورسونے کی مقدار میں بھی اضافہ کردیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر ایک کام یعنی ''کم گفتن،( کم بولنا) اس کو بدستور باقی رکھا گیا مگر اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ راہ سلوک طے کونے والے حضرات بھی بسیار گوئی کا شکار نظر آتے ہیں، ضرورت بلاضرورت یہ مشین بغیر کسی رعایت کے چلتی ہی رہتی ہے، اس کا نقصان یہ ہورہا ہے کہ کھانے کی مقدار کو بہت زیادہ بڑھا دیا گیا تو طرح طرح کی بیماریوں نے گھر کرلیا ہے، اور بولنے کی مقدار کو زائد از ضرورت کردیا گیا تو اب نئے نئے فتنے ہرجگہ رونما ہورہے ہیں اوراس سے نہ اب دینی جماعت بچ پارہی ہے اورنہ ہی دینی جامعات اللہ تعالی ہم

سب کی بسیار گوئی اور بلا وجہ بولتے رہنے کی لت اور بیماری سے حفاظت فرمائے، آمین۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بہ نطق آدمی بہتر است ز دواب　　　دواب از تو بہ گر نگوئی صواب

گویائی کی وجہ سے آدمی جانوروں سے افضل ہے اگر تو ٹھیک بات نہ کہے تو تجھ سے جانور بہتر ہیں

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم　　　بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

زبان کٹا ہوا اور گوشہ میں بہرا گونگا بنا بیٹھا ہوا انسان اس سے بہتر ہے جس کی زبان قابو میں نہ ہو

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

**احفظ لسانک ایھا الانسان　　　لا یلدغنک انه ثعبان**

اے انسان زبان کی حفاظت کرو کہیں تجھے ڈس نہ لے کیونکہ یہ اژدھے کی طرح ہے۔

## خاموشی

کہتے ہیں کہ جب تک انسان بولتا نہیں ہے وہاں تک الفاظ اس کے غلام ہوتے ہیں اور جب وہ الفاظ کی ادائیگی کر لیتا ہے تو وہ الفاظ کا غلام ہو جاتا ہے، استاذ مرحوم ''من صمت نجا،، کا عملی پیکر تھے

لب خاموش کا سارے جہاں میں بول بالا ہے
وہی محفوظ ہے یہاں جس کی زبان پہ تالا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے ’’من صمت نجا،، جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی

دوسری روایت میں فرمایا ’’من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت، ، جو شخص اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ جب بولے تو خیر کی بات بولے یا خاموش رہے، استاذ مرحوم کا ایک اہم وصف خاموشی تھا، آپ کی شخصیت ’’من صمت نجا،، کا عملی پیکر تھی۔

## سلامتی

طریق السالکین شرح اردو ریاض الصالحین جلد سوم ص ۲۶۶ پر لکھا ہے کہ ہر مکلّف شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر طرح کے کلام کے وقت اپنی زبان کی حفاظت کرے اور صرف وہ بات کرے جو مصلحت کے مطابق ہو، اور جہاں بولنے اور نہ بولنے کی مصلحت برابر ہو وہاں ’’خاموش رہنا سنت ہے،، اس لئے کہ بعض مرتبہ جائز اور صحیح گفتگو بھی حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتی ہے اور یہ ایک عام بات اور سلامتی سے زیادہ بڑھ کر کوئی شئی نہیں ہے۔

## در بیان فوائد خاموشی

خاموشی کے دینی و دنیوی بہت سے فوائد ہے، کہا جاتا ہے کہ ’’بولنے میں ایک گن اور نہ بولنے میں نو گن ہے، درجۂ عالمیت میں جن مدارس میں فارسی کے درجات موجود ہے وہاں ایک بڑی اچھی کتاب جو کہ نصیحتوں پر مشتمل ہے پڑھائی

جاتی ہے جس کا نام ہی ہے ''پندنامہ،، یعنی نصیحت نامہ مشہور صوفی فرید الدین عطار رحمہ اللہ کی تحریر کردہ ہے اس میں انہوں نے ایک عنوان قائم کیا ہے

''در بیان فوائد خاموشی،،

خاموشی کے فوائد کے بیان میں

اس کے تحت انہوں نے بڑی اچھی باتیں تحریر فرمائی ہے، فرماتے ہیں ؎

اے برادر اگر تو ہستی حق طلب　　　جز بہ فرمان خدا مکشائی لب

اے بھائی اگر تجھے حق کی تلاش ہے تو اللہ تعالی کے حکم کے علاوہ لب مت کھول

گر خبر داری زحی لا یموت　　　بر دہان خود بنہ مہر سکوت

اگر زندہ اور کبھی نہ مرنے والی ذات سے آگاہ ہے تو اپنے منہ پر (نازیبا باتوں سے خاموشی کی مہر لگادے

اے پسر پند و نصیحت گوش کن　　　گر نجاتے بایدت خاموش کن

اے لڑکے وعظ و نصیحت سن لے اگر نجات کا طلب گار ہے تو خاموشی اختیار کر

ہر کہ را گفتار بسیارش بود　　　دل درون سینہ بیمارش بود

جو شخص زیادہ بولتا ہے اس کا سینہ میں رہنے والا دل بیمار (مردہ) ہو جاتا ہے

عاقلاں را پیشہ خاموشی بود　　　پیشۂ جاہل فراموشی بود

عقلمندوں کا طریقہ چپ رہنا ہے اور جاہل (بیوقوف) کا شیوہ بھول جانا (اور بکواس ہے)

اے برادر جز ثنائے حق مگو　　　　قول خودرا از برائے دق مگو

اے بھائی اللہ تعالی کی تعریف کے علاوہ کچھ نہ کہو دوسروں کو پریشان کرنے کی خاطر گفتگو نہ کرو

دل زپر گفتن بمیر د در بدن　　　　گرچہ گفتارش بود در عدن

زیادہ بولنے سے دل جسم میں مردہ ہوجاتا ہے خواہ بولنے والے کی گفتگو عدن کا موتی ہی کیوں نہ ہو

آنکہ سعی اندر فصاحت می کند　　　　چہرۂ دل را جراحت می کند

جو زیادہ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے دل کے چہرہ کو زخمی کرلیتا ہے

روزباں را در دہاں محبوس دار　　　　وز خلائق خویش را مایوس دار

زبان منہ میں قید رکھ کر (کم بولکر) زندگی بسر کراور لوگوں سے زیادہ توقعات نہ رکھ

ہر کہ او بر عیب خود بینا شود　　　　روح اورا قوتے پیدا شود

جسے اپنے عیب دکھائی دینے لگتے ہیں اس کی روحانی قوت بڑھ جاتی ہے۔(پند نامہ ص ۱۲۔۱۳ بتغیر)

''دیوان الامام الشافعی،، میں ایک عنوان ہے ''الصمتُ اجمل ،، اس کے تحت امام شافعیؒ نے تین شعر نقل فرمائے ہے، فرماتے ہیں۔

**لا خیر فی حشو الکلام　　　　اذا ھتدیت الی عیو نہ**

فضول گفتگو اچھی چیز نہیں ہے　　　اگر چہ تو قادر الکلام ہو

والصمت اجمل بالفتی　　　من منطق فی غیر حینہ

شریف آدمی کے لئے خاموشی اچھی ہے　　　بے موقع گفتگو کرنے سے

وعلی الفتی لطباعہ　　　سمة تلوح علی جبینہ

اور شریف آدمی کی شرافت کی علامت　　　اس کی پیشانی سے ظاہر ہوتی ہے

حضرت امام شافعیؒ، شیخ سعدیؒ اور فرید الدین عطار رومیؒ نے جو باتیں بیان کیں وہ سب باتیں اللہ تعالی نے استاذ مرحوم میں ودیعت کی تھی۔

## غیبت سے پرہیز

امام بخاریؒ سے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی کسی کی غیبت نہیں کی، حضرت استاذ مرحوم کو بھی ہم نے دیکھا اور خوب دیکھا طالب علمی کے دور میں بھی اور دار العلوم اشرفیہ کی چہار دیواری سے باہر نکلنے کے بعد بھی، درس گاہ میں بھی اور درس گاہ سے باہر بھی، درس دیتے ہوئے بھی اور منبر ومحراب سے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے بھی غیبت سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام دیکھا بلکہ اس سے آگے آپ اس کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے کہ کبھی کوئی ایسا جملہ بھی منہ سے نہ نکلے کہ جس سے غیبت کا شبہ بھی ہو، غیبت بڑا نقصان دہ عمل ہے، فرید الدین عطارؒ ''پند نامہ،، میں بیان کرتے ہیں کہ اس سے ''ایمان،، کو نقصان پہنچتا ہے، فرماتے ہیں۔

پاک دار از کذب واز غیبت زباں　　　تا کہ ایمانت نیفتد در زباں

زبان کوغیبت اور جھوٹ سے بچا تا کہ تیرے ایمان کونقصان نہ پہنچے

امام شافعیؒ غیبت سے متعلقؒ فرماتے ہیں ۔

**لیس الذئب یاکل لحم ذئب ویاکل بعضنا بعضاً عیاناً**

بھیڑیا بھیڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا جبکہ ہم علی الاعلان ایک دوسرے کا گوشت کھاتے ہے۔

’’مولانا عبد الصمد صارم ازہری ،،نے اپنی تصنیف لطیف’’شرح اسماء الحسنی ،،ایک رباعی تحریر کی ہے جوآج کے دور کی صحیح عکاسی کرتی ہے، لکھتے ہیں ۔

مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے
کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے
یاں بھائی کو بھائی سے گذر ہے
نہ ملا نہ صوفی کو اس سے حذر ہے

## بدترین غیبت

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ سب سے’’ بدترین غیبت،،وہ ہے جس کا رواج مقتدا اور دیندار لوگوں میں ہو رہا ہے، کیونکہ وہ غیبتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں، ان کی غیبتیں بھی نرالے انداز کی ہوتی ہیں، مثلاً کہیں گے کہ فلاں شخص کی بڑی اچھی حالت ہے اگر اس میں حرص دنیا کا شائبہ نہ ہوتا جس میں ہم مولوی لوگ مبتلا ہوجاتے ہیں، اس’’فقرہ،،سے جو کچھ مقصود ہے وہ ذرا سے

تامل سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا ''بے صبرا ہونا ظاہر کرتے ہیں،، اور اپنی طرف حرص کی نسبت اس نیت سے کرتے ہیں کہ سننے والا ان کو متواضع سمجھے اور یہی غیبت ہے ساتھ ہی ریا کاری بھی ہے، زیادہ تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ یہ حضرات غیبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیبت سے محفوظ اور پارسا سمجھتے ہیں (اصلاحی مواعظ ص۲۷۲ بتغیر)

## ہماری مجالس وبال ہے

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے کہ ہماری مجالس وبال ہی ہیں جب تک کہ ذکر و شغل ہو، یا علم کی باتیں ہو، مگر عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں تو چونکہ کوئی علم تو ہوتا نہیں کہ علمی گفتگو ہو، فکر اتنی نہیں ہے کہ آخرت کا تذکرہ ہو، تو اب غیبت شروع ہو جاتی ہے، اور غیبت ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے قلب کا نور رخصت ہو جاتا ہے۔

## غیبت سے بچنے کی ایک تدبیر

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ غیبت سے بچنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ بلا ضرورت غیروں کا تذکرہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھے اور اس کے بعد پوری امت کو اس ''گناہ عظیم،، سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں اس چیز (یعنی غیبت سے) سے بچنا مشکل ہے ان کے لئے حضرت استاذ مرحوم کی زندگی ایک بہترین اسوہ اور نمونہ ہے کہ جو بچنا چاہے وہ آج کے اس دور میں بھی بچ سکتا ہے۔

## منبر پر وہ کیا برسائیں گے

حضرت استاذ مرحوم کا ایک اہم وصف ''علم پر عمل،، تھا آپ ''عالم باعمل،، تھے ،ایک عالم اور واعظ کو ''عمل،، کا پابند ہونا چاہئے ،بغیر عمل کے صرف ''قول،، مفید اور مؤثر نہیں ہوتا ،صاحب قصیدہ بردہ نے ''قول بلا عمل،، سے مغفرت طلب کی ہے ،''**استغفر الله من قول بلا عمل**،، یعنی میں اللہ تعالی سے اس قول سے پناہ چاہتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔

جب نور نہیں خود ہی دل میں
منبر پر وہ کیا برسائیں گے

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

**ان الفقیه هو الفقیه بفعله　　　لیس الفقیه بنطقه و مقاله**

اصلی عالم وہ عالم ہے جو باعمل ہو وہ نہیں جس کا علم اس کی زبان تک محدود ہو۔

## اعزاز

یہ دل کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

(مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ)

حضرت استاذ مرحوم اپنے آپ کو مٹائے ہوئے تھے اور ایک عالم کے اندر اس وصف کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ لقولہ تعالیٰ شانہ ''**انما یخشی الله من عباده العلماء**

اور حق تعالیٰ کی عظمت کا استحضار انسان کو مٹا دیتا ہے، اسی طرح دعاء نبوی ہے

**اللهم اجعلنى فى عينى صغيرا وفى اعين الناس كبيرا**

اے اللہ! مجھے میری اپنی نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے۔

اس دعاء نبوی کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعاء میں جو دو باتیں طلب کی گئی ہے عطا فرما رکھی تھی، آپ نے اپنے آپ کو مٹایا ہوا تھا اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ آپ لوگوں کی نظروں میں بڑے تھے، کسی نے بالکل بجا کہا ہے کہ

؎

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل
پِس گیا سرمہ تو آنکھوں میں جگہ پائی

ہمارے اکابر کو اس کا بڑا اہتمام رہتا تھا، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے در پر پہنچے تو اپنی آمد کی غرض کو یوں بیان کیا۔

میں کچھ اور خواہش آپ کے در پر نہیں لایا ہوں
مٹا دیجئے، مٹا دیجئے، میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

## تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے پوچھا کہ حضرت تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آپ جیسے عالم فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے لیکن جو اپنے بڑوں سے سنا ہے اسی کی تکرار کرتا ہوں کہ ''تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا،،

اس بات کو مولانا رومؒ یوں بیان فرماتے ہیں کہ چاند کا نور ذاتی نہیں ہے سورج کے نور سے مستنیر ہے یعنی قمر مستنیر اور شمس منیر ہے، چاند مستفید ہے اور سورج مفید ہے، لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ جب زمین کا گولہ بیچ سے ہٹ جائے تب چودہ تاریخ کا چاند روشن ہوگا، جتنا جتنا زمین کا گولہ آتا ہے چاند اندھیرا ہوتا جاتا ہے ایسے ہی جس کے نفس کا گولہ جتنا اللہ اور دل کے درمیان آتا ہے اتنا ہی نفسانیت اور اخلاق رذیلہ سے اس کا دل اندھیرا ہوتا چلا جاتا ہے، جس کے دل کے اور اللہ کے درمیان میں پورا نفس آ گیا اس کا دل بالکل اندھیرا ہو گیا اور جس نے نفس کو پورا مٹا دیا اس کا دل بدر منیر کی طرح بالکل روشن ہو گیا، پھر اس کی تقریر میں بھی نور کامل ہوگا، اور اس کے لباس میں بھی نور کامل ہوگا (مواعظ درد محبت جلد ششم ص ۷۷،۷۸)

## استحضار

واقعی حق تعالیٰ کی عظمت کا استحضار انسان کو مٹا دیتا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں ؎

رخ سے کاکل ہٹا دیا کس نے
رات کو دن بنا دیا کس نے
حسن لیلیٰ دکھا کے اے امداد
مجھ کو مجنوں بنا دیا کس نے

## فوائد

حضرت مولانا خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی عمل کو قبول کر لیتا ہے تو پھر اولاد میں بھی اس کے اثرات باقی رہتے ہیں اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہے مثلاً حضرت صدیق اکبرؓ صحابہ میں اولیت کے مقام پر تھے تو ان کی اولاد میں بھی یہ جھلک آئی کہ ان کی اولاد میں جس نے کوئی بڑا کام کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اولیت دیدی، درس نظامی میں جو فقہ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اس میں اول درجہ کی کتاب ہے ''ہدایہ''، اس کے مصنف حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا رعب وجلال تھا حضرت عمرؓ کی اولاد میں جو بڑے بڑے لوگ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رعب وجلال دیا کہ وہ کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے، مجدد الف ثانیؒ جہانگیر سے ٹکرائے تو ان کی اولاد میں وہی جھلک نظر آتی ہے، مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر علامہ اقبالؒ گئے تو وہاں عجیب کیفیت ان پر طاری ہوئی اور اس پر انہوں نے کہا کہ ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ لحد کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے شرمندہ ہے ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
حق نے بروقت کیا جس کو خبردار

## خاندان عثمانی اور خدمت قرآن

حضرت عثمان غنیؓ جامع آیات القرآن ہیں آپ نے اس امت میں قرآن کریم کی خدمت کی تو اللہ تعالی نے خدمت قرآن کریم کی توفیق جتنی حضرت عثمانؓ کی اولاد کو دی اس کی مثال نہیں، ہندوستان میں اردو زبان کی سب سے بڑی تفسیر جو لکھی گئی دس (۱۰) جلدوں میں وہ ہے ''تفسیر مظہری،، اس کے مصنف ہیں'' قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ،، یہ حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان سے ہے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے ترجمۂ قرآن کریم کیا (گرچہ عمر کے وفا نہ کرنے کی وجہ سے خود مکمل نہ کر سکے) ان کا تعلق بھی خاندان عثمانی سے تھا، ان کی وفات کے بعد ان کے ترجمے اور حواشی کو مکمل کیا حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے وہ بھی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھے، احکام القرآن پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے حکم پر حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ نے کام کیا انہوں

نے قرآن کریم کی آیات احکام کی تفسیر لکھی وہ بھی خاندانی نسبت سے ’’عثمانی،، تھے، ماضی میں ریڈیو پاکستان کراچی سے جو تفسیر مسلسل نشر ہوتی رہی اور پھر آٹھ (۸) جلدوں میں شائع ہوئی ’’معارف القرآن،، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ان کا تعلق بھی ’’خاندان عثمانی،، سے تھا، اور ماضی قریب میں ان کے لائق فائق صاحبزادے شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی ’’عثمانی،، صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ’’آسان ترجمہ قرآن،، کے نام سے عظیم خدمت امت کے سامنے پیش کی، تو اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنیؓ کو قرآن مجید کی خدمت کی سعادت بخشی، اور یہ سعادت پھر خصوصیت سے ان کے خاندان میں رکھ دی گئی۔

## درس قرآن پر پابندی

استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی رحمہ اللہ کا تعلق بھی ’’خاندان عثمانی،، سے تھا اس کی برکت کہہ لیجئے کہ آپ کو بھی ’’تفسیر قرآن،، سے خصوصی لگاؤ تھا اور اس علم میں اللہ تعالی نے آپ کو خوب پختگی عطا فرمائی تھی اور اس فن سے آپ کو خصوصی لگاؤ بھی تھا، راندیر کی بڑی مسجد (ہجیرہ) جس میں آپ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے اس میں ہفتہ واری درس قرآن دیا کرتے تھے اور ایک لمبے عرصے تک آپ نے اس خدمت کو استقامت کے ساتھ انجام دیا، رمضان المبارک میں تقریباً پورا ماہ مبارک آپ اپنی مسجد میں عوامی انداز میں قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے تھے اور یہ درس قرآن آپ کا کافی مشہور تھا لوگ اسے بہت پسند فرماتے تھے اس میں شرکت کے

لئے راندیراور راندیر کے اطراف سے لوگ بڑی تعداد میں آیا کرتے تھے پوری مسجد سامعین سے بھر جاتی تھی اور ایک خاص نظام کے تحت یہ درس قرآن گھروں میں خواتین بھی مائک کے واسطہ سے سنا کرتی تھیں، پورا ماہ جو درس قرآن فرماتے تھے اس کی سی،ڈی،اور ایم،پی،تھری بھی بنائی جاتی تھی ،میرا جب انڈیا کا سفر ہوا تو میں نے حضرت الاستاذ سے درس قرآن کی سی،ڈی طلب کی ،اس پر فرمایا کہ فی الحال میرے پاس نہیں ہے جو صاحب سی،ڈی تیار کرتے ہے میں ان سے حاصل کر کے تجھ تک پہنچا دوں گا،اس کے بعد سے ہر سال میرے لئے کسی آنے جانے والے سے درس قرآن کی سی،ڈی بھیجتے تھے،اللہ تعالی آپ کواس کا بہترین صلہ نصیب فرمائے۔آمین

درس قرآن کی طرف سے ہمارے دیار میں بڑی غفلت برتی جاتی ہے ایسے وقت میں حضرت الاستاذ کا استقامت اور پابندی سے اس عمل کو کرتے رہنا آپ کی قرآن کریم سے محبت کی کھلی دلیل اور حضرت شیخ الہندؒ کے خواب کی تعمیل کی ادنی کوشش تھی۔

## دواہم روگ

صاحب معارف القرآن،سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے،علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ ہم نے مالٹا کی زندگی میں دوسبق سیکھے ہیں،یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ استاذ

العلماء درویش نے اسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں، فرمایا کہ

میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے

(۱) قرآن کریم چھوڑ دینا (۲) دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی

اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کئے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

نباض امت نے ملت مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی، باقی ایام زندگی میں ضعف و علالت اور ہجوم مشاغل کے باوجود اس کے لئے سعی پیہم فرمائی، بذات خود درس قرآن شروع کرایا جس میں تمام علمائے شہر اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عوام بھی شرکت فرماتے تھے اس ناکارہ کو بھی اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ آج بھی مسلمان جن بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث وآفات سے دوچار ہیں اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ان کے سب سے بڑے سبب یہی دو ثابت ہوں گے

قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا

غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کریم کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے، قرآن کریم پر کسی درجہ میں بھی عمل ہوتا تو خانہ جنگی یہاں تک نہ پہنچتی (وحدت امت ص ۴۰، ۴۱ بتغیر)

کہنے والے نے بالکل صحیح کہا ہے ؎

درس قرآن گر زمانہ نے نہ بھلایا ہوتا

یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اللہ تعالی حضرت شیخ الہندؒ کی ان دو عظیم ہدایت پر امت مسلمہ کو پوری توجہ دینے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت الاستاذ پوری زندگی حضرت شیخ الہند کی اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ آمین

## حیا ایمان کا جز اور مومن کی سرشت ہے

**وعن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان الفحش فی شئی الا شانہ، وماکان الحیاء فی شئی الا زانہ** (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فحش گوئی ہر بات کو عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء ہر بات کو زینت عطا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالی نے استاذ مرحوم میں یہ دونوں اوصاف خصوصیت سے ودیعت فرمائے تھے، حیا تو آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

حیاء یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالی عطا فرما دیتا ہے وہ بہت سی برائیوں اور بری باتوں سے بچ جاتا ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی ہر بات کو زینت اور خوبصورتی عطا کر دیتی ہے، اور جو بات نرمی سے خالی ہو وہ عیب دار ہو جاتی ہے، امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا ایک وصف ہے جس سے انسان میں ہر برائی سے ایک طبعی انقباض پیدا ہوتا ہے اور ایک طبعی گریز پیدا ہوتا ہے، حیا دراصل جبن اور عفت کا مرکب ہے اس لئے حیا والا آدمی فاسق نہیں ہوتا، حیا ایمان کا جزء اور مومن کی سرشت ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج۶ ص ۹۸)

## ملفوظات

(۱) فرمایا کہ ’’نمرود،، بروزن امرود ہے۔

(۲) معبودان باطلہ کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، اور حقیقی معبود اپنے بندوں کی حفاظت کیا کرتا ہے۔

(۳) نمرود سامی النسل تھا بالکل سیاہ فام، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے ’’سام،، کی اولاد میں سے تھا جیسے ہندوستان میں ایک قوم ہے ’’بھیم،، یہ بھی سامی النسل میں سے ہے۔

(۴) جو جتنا مالدار ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا ہے، غریب تو اپنا کام خود کر لیتا ہے، اپنا بستر خود بچھا لیتا ہے، کپڑے خود دھو لیتا ہے، کپڑے کی استری خود کر لیتا ہے، مالداران سب کاموں میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔

(۵) ظالم کے حق میں ہدایت نہ ہوتو اس کا مرجانا ہی بہتر ہے ''خس کم جہاں پاک،، کوڑا کرکٹ صاف ہوگیا زمین پاک ہوگئی۔

(٦) نماز حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور اور ہر زمانہ میں فرض رہی ہے ''از آدم تا ایں دم،، ہاں اس کی کمیت وکیفیت میں اختلاف رہا ہے۔

(۷) ایک آدمی نے خوب کھانا کھایا اس نے سن رکھا تھا کہ ہاضمہ کے لئے ''سیون اپ،، مشروب مفید ہوتا ہے، اس کے پینے سے سات ڈکاریں آتی ہے اور کھانا ہضم ہوجاتا ہے، چنانچہ اس نے سیون اپ مشروب خریدا اور پینا شروع کیا اسے چھ ڈکاریں منہ سے آئیں اور ایک پیچھے سے، اس پر وہ کہنے لگا کہ اس کا نام سیون اپ غلط رکھا گیا ہے اس کا نام تو ہونا چاہئے ''سکس اپ اینڈ ون ڈاؤن۔

(۸) فرمایا کہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے، واجب کا ثواب سنت سے زیادہ ہوتا ہے مگر یہاں (اس مسئلہ میں) سلام کا ثواب جوکہ سنت ہے واجب کے مقابلے زیادہ ہے، چونکہ سلام میں پہل کرنے میں دل پر بوجھ پڑتا ہے۔

(۹) استاذ مرحوم برطانیہ کے گلوسٹر شہر کی جامع مسجد میں تشریف فرماتھے ایک صاحب کا انتقال ہوگیا تھا میت رات بھر مسجد کے تہہ خانے میں پڑی رہی اور استاذ مرحوم مسجد کے بالائی (اوپر) حصہ میں ایک کمرہ میں مقیم تھے، اس قصہ کا ایک مرتبہ ذکر کرتے ہوئے ہنستے ہوئے فرمایا کہ جامع مسجد گلوسٹر میں ایک رات ایسی بھی آئی کہ نیچے مردہ اور

اوپر زندہ بس ہم دو ہی تھے (بروایت رفیق مکرم مفتی محمد صالح راندیری فی الحال امام و خطیب جامع مسجد گلوسٹر)

(۱۰) ہر نبی کا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوتا ہے مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب شان تھی آپ ہر آدمی کے مزاج کے موافق اس سے گفتگو فرماتے تھے، دیہاتی سے اس کے مناسب حال اور قوم کے سردار سے اس کے مزاج کے مطابق، ایک محاذ پر جب حضرت بریدہ اسلمیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا نام کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں بریدہ، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر پوچھتے ہیں تم کس قبیلہ سے ہو وہ عرض کرتے ہیں اسلمی، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سلامت رہے، اس کلام سے وہ اتنے متاثر ہوتے ہیں کہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

## قابل رشک سفر آخرت

مثل شبنم آئے تھے، سیر گلستاں کر چلے
خوش رہو اہل چمن، ہم تو اپنے گھر چلے

روزانہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئے دن کتنے لوگ لقمۂ اجل بنتے ہیں اور ہنستے کھیلتے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، یک لخت اس طرح اس دنیا کے منظرنامے سے ان کے نام ونشان مٹ جاتے ہیں کہ ان کا ذکر تو کجا نام تک لینے والا کوئی نہیں ملتا، وہ تاریخ کا ایک گم شدہ ورق بن جاتے ہیں، ہاں! ان جانے والوں میں اللہ تعالی کے کچھ

ایسے برگزیدہ و پاک طینت بندے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن اپنے پیچھے اپنی یادوں اور اعمال حسنہ کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ چھوڑ جاتے ہیں جو انہیں پس مرگ بھی زندہ رکھتے ہیں اور انہیں تاریخ میں ''حیات جاوداں،، حاصل ہوتی ہے، دین وشریعت اور قوم وملت کے تئیں انجام دی جانے والی ان کی مساعی جمیلہ اور ان کے جلیل القدر علمی ودعوتی اور اصلاحی وفکری کارہائے نمایاں لوگوں کے دلوں پر ایسے روشن وتابناک اور پائیدار نقوش ثبت کر جاتے ہیں جن کا فراموش کرنا ناممکن ہوتا ہے، ایسے ہی مقبولین بارگاہ خداوندی میں استاذ مرحوم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عارف حسن رحمہ اللہ کا شمار بھی ہوتا ہے، آپ کا سفر آخرت کا منظر بھی بڑا قابل رشک ہے جس کی تمنا تو تقریباً ہر ایک دیندار مسلمان کو ہوتی ہے مگر یہ تمنا پوری بہت کم لوگوں کی ہوتی ہے، آپ کا جب انتقال ہوا تو ماہ ''ماہ مبارک (رمضان المبارک) تھا، آپ فرض کفایہ کہ ادائیگی سے فارغ ہو کر یعنی ایک مسلمان خاتون کی نماز جنازہ پڑھا کر آئے تھے اور روزہ سے تھے، دن پیر کا تھا یہ وہی دن ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا ہے اور عمر مبارک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عمر میں دنیا سے پردہ فرمایا یعنی تریسٹھ (۶۳) سال اتنی ہی تھی اور انتقال کا منظر بھی تقریباً ویسا ہی تھا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرماتے وقت تھا (اس کی تفصیل ''حیات عارف،، میں دیکھی جا سکتی ہے)

اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
نقش دوام فیض مٹایا نہ جائے گا

عمر بھر حسن عمل تیرا بھلا سکتے نہیں

داغ تری یاد کا دل سے مٹا سکتے نہیں

## چند عظیم صفات کا تذکرہ

جامع المعقولات والمنقولات، آیۃ من آیات اللہ، قدسی صفات، ابو الحسنات حضرت مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی لکھنوی رحمہ اللہ کے بارے میں جو مرثیہ کہا گیا ہے ان میں سے چند اشعار استاذ مرحوم کیلئے عاریۃً لیتا ہوں، چونکہ تقریباً وہی سب صفات اور خوبیوں سے اللہ تعالی نے حضرت استاذ مرحوم کو بھی نوازا تھا۔

**فاح مسک الختام فی فیه　　لاح بدر الجمال فی الوجنات**

حسن صورت میں احسن المنظر　　حسن سیرت میں احسن العادات

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو　　کیا کہیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات

**حاط طبعاً مکارم الاخلاق　　ناط بالطبع افصح الکلمات**

تھے وہ شیریں کلام وخندہ دہن　　بات ان کی مثل قند ونبات

ہر کسی سے بخندہ پیشانی　　مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات

**ان خیر الامور اوسطها　　ذاک وسط الطریق فی الحسنات**

بے تعصب تھے اور با انصاف　　با متانت تھے اور بے ہفوات

نہ تھی افراط ان میں اور تفریط　　بین بین ان کے تھے سبھی حالات

وعظ میں درس میں کتابوں میں　　دفع کرتے تھے سب کے شبہات

امر حق کو وہ کرتے تھے ثابت　　پیرا ہیں وحل اشکالات

بیٹھے بیٹھے کیسا دل گھبرا جاتا ہے
جانے والوں کا جانا جب یاد آجاتا ہے

# استاذ مرحوم حضرت مولانا محمود شبیر بن حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ،سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر

تھے بڑے با ادب عالم باعمل
مشہور تھا آپ کا انصاف و عدل
خدا عطا کرے خدمت کا بدل
ملے جامعہ کو آپ کا نعم البدل
تھے کم گو رہتے تھے زیادہ تر خاموش
تھے بڑے باہمت اور باہوش
پڑھتے تھے روزانہ پابندی سے اخبار
اہم خبروں پر ڈالتے تھے نظر اک بار
ہوتا ہاتھوں میں کبھی گجرات متر کبھی سندیش
تھے مرحوم بڑے دانا و دور اندیش
دینی کتب کے مطالعہ کا بھی تھا ذوق
پڑھنا پڑھانا تھا آپ کا فطری شوق
علمی کاموں پر دیتے تھے کھل کر داد
غریب طالب کی کرتے تھے خوب امداد
جامعہ کا سنبھالا بخوبی اہتمام
اساتذہ و طلباء کرتے تھے احترام
جامعہ میں شروع کرایا دار الافتاء

مفتی اسماعیل سے تھا گہرا رشتہ
رکھتے تھے اپنے کام سے کام
نہیں کی خواہش کہ ہو اپنا نام
طلباء کو دیتے تھے ہر ممکن آسانی
ہے جامعہ آپ کے اجداد کی نشانی
تھے راندیر چاند کمیٹی کے بھی صدر
دیتے تھے لوگوں کو رؤیت کی صحیح خبر
کرے آپ کی تمام خدمات کو خدا قبول
ہو آپ سے راضی خدا و خدا کا رسول

## تفصیلات

اسم گرامی۔حضرت مولانا محمود شبیر بن مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

ولادت۔راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

فراغت۔جامعہ حسینیہ، راندیر

مزید دینی تعلیم۔ام المدارس دارالعلوم دیوبند سے

تدریس۔جامعہ حسینیہ، رابدیر

انتقال۔راندیر، سورت، گجرات

تدفین۔گورغریباں، راندیر

نسبت۔اللہ تبارک و تعالی نے راندیر جیسی علمی بستی میں پیدا فرمایا جس کو ''قریۃ الصالحین،، کہا جاتا ہے، آپ نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۵۲ء کو ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولی، جہاں ہر طرف علم ہی علم کا چرچا تھا، والد مرحوم حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے (ویسے ان کا کچھ ذکر خیر آگے آرہا ہے)

اساتذہ۔جامعہ حسینیہ، راندیر میں جن اساتذۂ کرام سے علمی فیض حاصل کیا ان میں سے چند ایک اساتذہ کے اسماء گرامی اس طرح ہیں

(۱) حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ

(۲)والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

(۳)حضرت مولانا اسماعیل ملا (موٹا) راندیریؒ

(۴)حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ

(۵)حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدیؒ

(۶)حضرت مولانا اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

(۷)حضرت مولانا اسلام الحق صاحبؒ

## فرق

استاذ مرحوم جس سال دورۂ حدیث میں تھے اس سال کا واقعہ ہے کہ والد ماجد حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کے ذمہ ''مؤطا مالک،، کا درس تھا، آپ درس مدرسہ کی چھٹی کے بعد دیا کرتے تھے، جس سال آپ کی جماعت دورۂ حدیث میں تھی، حضرت مہتمم صاحبؒ نے مولانا غلام رسول بورسدی صاحبؒ کو طلب کیا اور فرمایا کہ آئندہ کل سے ''مؤطا مالک،، کا درس آپ کے ذمہ ہے۔

حضرت مولانا نے عرض کیا کہ حضرت! اس سال نہیں، آئندہ سال ان شاء اللہ، اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ امسال آپ کے صاحبزادے مولوی محمود شبیر ''دورۂ حدیث،، میں ہیں، انہیں خوشی بھی ہوگی اور یاد بھی رہے گا کہ اس نے ''مؤطا مالک،، والد صاحب سے پڑھی ہے، اس پر مہتمم صاحبؒ کا جواب تھا کہ میرے پاس پڑھنے میں اور تمہارے پاس پڑھنے میں کیا فرق ہے، شبیر کو ایک واسطہ سے مجھ سے تعلق ہو جائے

گا،اس پر حضرت مولاناؒ نے عرض کیا کہ حضرت! کتاب آپ شروع کرادے،حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ نہیں،آپ ہی کتاب شروع کرے اسی میں ان شاء اللہ خیر ہے۔

## دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ

دارالعلوم دیوبند میں جن اساطین علم سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء اس طرح ہیں

(۱) حضرت مولانا شریف الحسن صاحبؒ

(۲) حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

(۳) حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ

(۴) حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ

(۵) حضرت مولانا حسین احمد ملا بہاریؒ

(۶) حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دیوبندیؒ

(۷) حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ

(۸) حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

(۹) حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ

(۱۰) حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ

## من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين

اللہ تعالی کا آپ پر خصوصی کرم ہوا کہ آپ کو علم دین کی دولت سے مالا مال فرمایا، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہے کہ: امام محمد کا جب انتقال ہوا، حق تعالی کے یہاں پیشی ہوئی تو حق تعالی نے فرمایا، مانگو، کیا مانگتے ہو، عرض کیا ''اللھم اغفرلی، ، اے اللہ! مجھے بخش دیجئے، ارشاد ہوا اے محمد! اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو ہم تم کو علم فقہ عطا نہ کرتے۔

اس سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کا کیا برتاؤ ہوگا، بجز علماء کے، ان کو معلوم ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ''من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين، ، جس کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء ربانی جانتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں۔

## خاموش طبیعت کے مالک تھے

سب ہوں گے اپنے تعارف کی فکر میں
اس کو اس کے سکوت سے پہچانا جائے گا
تم اس خموش طبیعت پہ طنز مت کرنا
وہ سوچتا ہے بہت اور بولتا کم ہے

استاذ مرحوم کم گو طبیعت کے مالک تھے، بندہ نے جامعہ میں اپنے دور طالب علمی میں کبھی کسی استاذ، طالب علم، یا مدرسہ کے کارکن سے بلا ضرورت گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔

## خاموشی کے کچھ فوائد

خاموشی دو فریقوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا نہیں ہونے دیتی، خاموشی آپس میں تفرقہ پیدا کرنے سے روکتی ہے، بدگمانی کو دور کرتی ہے، خاموشی مضبوط قوت ارادی کی علامت ہے، خاموشی سے انسان اپنے کام میں لگن اور ہمت پیدا کرسکتا ہے۔

## یہ اس آیت سے مستنبط ہے

ملفوظات مسیح الامت ج ۳ ص ۷۷ پر ہے کہ یہ سلوک کا مسئلہ ہے کہ جب تک کسی سے بولنے کی سخت ضرورت پیش نہ آئے نہ بولو، جس کو تقلیل کلام کہتے ہیں، یہ اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے ''یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا، ، اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور ٹھیک ٹھاک بات کہو، اور یہ حالت بلا سکوت اور خاموش رہے نہیں حاصل ہوتی، کیونکہ جس کو ہر وقت بولتے رہنے کی عادت ہوگئی ہے وہ بولنے میں احتیاط کس طرح کرسکتا ہے، بولنے میں احتیاط اور قول سدید اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ بلا ضرورت کلام نہ کرے، جب بولے سوچ کر بولے، اسی کو حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعینہ، ، آدمی کے اسلام کی خوبصورتی میں سے یہ بات ہے کہ لایعنی بات سے دور

رہے۔

## ایک اہم وصف

جامعہ حسینیہ میں درجہ علیت کی درس گاہیں جامعہ کی مسجد کے بالائی حصہ پر ہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے سیڑھی کا سہارالینا پڑتا ہے، سیڑھی سے قریب ہی جامعہ کا دفتر ہے، میں نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا کہ حضرت اپنے گھر سے پیدل جامعہ تشریف لاتے ،آپ کے والد مرحوم جامعہ ھذا کے روح رواں رہ چکے تھے اور حضرت مولانا اسماعیل صاحب ملا (موٹا) کے بعد آپ کو ہی جامعہ کا اہتمام سنبھالنا تھا، باوجود اس کے استاذ مرحوم نے حضرت مولانا اسماعیل ملا صاحب رحمہ اللہ کے دور اہتمام میں اہتمام کے کام اور جامعہ کے انتظامی امور میں کبھی کوئی دخل نہیں دیا،اور نہ ہی کبھی آپ نے بلاضرورت دفتر اہتمام کا رخ کیا،آپ اپنے کام سے کام رکھتے تھے،گھر سے سیدھے اپنی درس گاہ میں تشریف لے جاتے ،اسباق پڑھاتے جیسے ہی مدرسہ کا وقت ختم ہوتا سیدھے اپنے گھر کا رخ کرتے تھے،حضرتؒ کے اس عمل میں مدرسین کے لئے اہم سبق ہے کہ مدرس کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے ،ادارے کے اہتمام اور انتظامی امور میں بلا اجازت دخیل نہیں ہونا چاہئے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے کہ مدرس کو چاہئے کہ مدرسہ میں داخل ہو، دخیل نہ ہو،آج اس معاملے میں اساتذہ کی طرف سے کوتاہی دیکھنے میں آتی ہے بعد میں ان کا یہی عمل ادارے سے.......کا سبب بنتا ہے۔

سابق شیخ الحدیث ام المدارس، دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مدرس کو اپنے کام سے غرض ہونی چاہئے، نظم و انتظام سے سروکار نہیں ہونا چاہئے، مدرسہ اس کا نہیں ہے، وہ جانے اور اس کا کام، اور اگر مدرس کو مہتمم بننے کا شوق ہے اور تعلیم کی اصلاح کا جذبہ ہے تو وہ ہٹ کر اپنی دوکان علیحدہ کھولے، ''اللہ کا ملک تنگ نہیں اور گدا کا پیر لنگ نہیں،، دوسرے کے مدرسہ میں اتھل پتھل کرنا اور اپنی پوزیشن خراب کرنا دانشمندی کی بات نہیں (تحفۃ الالمعی ج ۵)

## عزت

عموماً دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ آدمی جس گاؤں، قصبہ یا شہر میں پیدا ہوتا ہے وہاں کے لوگ اسے اللہ تعالی نے جن کمالات وخوبیوں سے نوازا ہوتا ہے اس کے مطابق عزت ومقام نہیں دیتے، اس کی ویسی قدر نہیں کرتے جیسی کرنی چاہئے، اسی لئے شاعر کو کہنا پڑا۔

سر پھول وہ چڑھا جو چمن سے نکل گیا
عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

(امیر مینائی)

مگر کچھ ایسے خوش نصیب افراد بھی ہوتے ہیں جن کو اپنے وطن، اپنی جائے پیدائش میں ان کے مقام کے مطابق عزت وسربلندی نصیب ہوتی ہے، اہل بستی ان کو خوب قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، استاذ مرحوم انہیں خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھے، جناب

نواز دیوبندی کی رباعی آپ کی شخصیت پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے۔

سب کا خلوص سب کی عنایت مجھے ملی
میں خوش نصیب ہوں کہ محبت مجھے ملی
وہ اور ہوں گے جن کو وطن چھوڑنا پڑا
اپنے وطن میں رہ کے بھی عزت مجھے ملی

## بارعب شخصیت کے مالک تھے

استاذ مرحوم طلباء کی پٹائی کے قائل نہیں تھے،آپ نے جہاں تک میری معلومات ہے کسی طالب علم پر"ضــــرب، یــضــــرب، "کی گردان کی عملی مشق نہیں کی،البتہ یہ بات تھی کہ اللہ تعالی نے آپ کو قدرتی رعب عطا فرمایا تھا،اس کا اثر طلباء بلکہ اساتذہ پر بھی دیکھا جاسکتا تھا،آپ کی درس گاہ میں کوئی بھی طالب علم درس اور درس گاہ کے نا مناسب حرکت نہیں کرتا تھا،آپ کبھی کسی وجہ سے درس گاہ میں حاضر نہیں بھی ہوتے تھے تو اس وقت بھی آپ کی درس گاہ میں مکمل خاموشی چھائی رہتی تھی۔

## مطالعہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ

دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ
تعلیم کو بڑھاتا ہے بس مطالعہ

ہے تجربہ خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اول مطالعہ

ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں احمق و اجہل مطالعہ

ناقص وہ تمام عمر رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ

کھلتے ہیں راز علم کے انہیں قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ

ہے تشنگان رشد وہدایت کے واسطے
اصرار عقل و نقل باول مطالعہ

اسعد مطالعہ میں گزاروں تمام عمر
ہے علم وفضل کے لئے مشغل مطالعہ

علمی پختگی اور علمی استحضار کے لئے مطالعہ بہت ضروری ہے، علمی اعتبار سے جتنی بھی بڑی شخصیات گزری ہیں انہوں نے مطالعہ پر مواظبت فرمائی ہے، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں چند کتابیں پڑھ کر یا پانچ سال، آٹھ سال پڑھ کر اپنے آپ کو عالم نہ سمجھیں، علم ایک بہت وسیع دریا ہے جو آٹھ سال میں طے نہیں ہوا کرتا، یہ درس نظامی جو مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے اس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے جو کتابیں لکھی ہیں ہم انہیں سمجھنے اور حل کرنے کے قابل ہو جائیں، علم کا دروازہ تو اس کے بعد کھلنا شروع ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ مطالعہ پر مواظبت رہے، اسی لئے ''سند،، کے اندر ہمارے اکابر یہ عبارت لکھتے ہیں ''ان استمر علی المطالعة ،، اگر یہ طالب علم مطالعہ کے اوپر مداومت کرے گا تو اس سے ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ دین کا اچھا کام کرے گا، معلوم ہوا کہ ہر عالم کے لئے اہتمام کے ساتھ ''مطالعہ،، بہت ضروری ہے تبھی جا کر علم تازہ و مستحضر رہتا ہے اور علم میں وسعت اور عمق و گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

## مرتے دم تک اپنے کو طالب علم سمجھے

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ میں خود روزانہ کتابیں پڑھتا رہتا ہوں کبھی چالیس صفحے پڑھ لئے، کبھی پچاس صفحے پڑھ لئے، جب تک ہم زندہ ہیں ہم طالب علم ہیں، اگر آدمی

اپنے آپ کو مرتے دم تک طالب علم نہ سمجھے تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔

## علمی کمالات کی اصل مطالعہ اور کتب بینی ہے

علمی کمالات کی اصل ''مطالعہ،،اور''کتب بینی،،ہے،یہی ایک ایسا ذوق ہے جس کو ہر علم دوست اور ہر دانا نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور تمام زندگی کو اس ذوق کی تکمیل پر ہی صرف کردیا۔

## مطالعہ معدوم،علمیت معدوم

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

امام زہری رحمہ اللہ ہوں،یا امام مزنی رحمہ اللہ،حکیم فارابیؒ ہو،یا شیخ الرئیسؒ،ان کے علمی کمالات کی بنیاد''مطالعہ کی کثرت،،تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے،اب مطالعہ معدوم لہذا علمیت معدوم (علمائے سلف ص۴۴)

## اوڑھنا بچھونا

حضرت استاذ مرحوم وسیع المطالعہ تھے،آپ دینی کتب کے مطالعہ کے بے حد شوقین بلکہ یوں تحریر کروں تو بیجا نہ ہوگا کہ کتابیں اور مطالعہ ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا اور آپ کا بہترین شغف تھا،جہاں آپ خود مطالعہ کے پابند تھے وہیں آپ کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ طلباء کے اندر مطالعہ کے ذوق کو بیدار کیا جائے،اس کے لئے آپ الگ الگ طرح سے کوشش کرتے تھے،علمی دنیا میں جو بھی نئی کتاب آتی عربی،اردو کی اس پر آپ کی نظر رہتی تھی،انٹرنیٹ کے اس دور میں کتابوں تک رسائی بھی بہت آسان ہوگئی

ہے،آپ یہ کرتے تھے کہ بہت سی کتابیں نیٹ کے ذریعہ طالب علم سے اپنے لئے ڈاؤن لوڈ کرواتے تھے اور پھر فون کی سکرین کے توسط سے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔

## کتابیں

آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ سال میں ایک مرتبہ دیوبند سے کچھ کتابیں بذریعہ پارسل منگوا کر اسے جامعہ کے طلباء میں فروخت کرتے تھے، جو غریب محنتی طلباء ہوتے اسے بلا قیمت (مفت) کتاب دیتے، ہمارے دورۂ حدیث کے سال بھی آپ نے اسی طرح طلباء میں فروخت کرنے کے لئے کتابیں منگوائی تھیں، مجھے یاد ہے میرے حصہ میں بھی دو کتاب آئی تھی (۱) خطبات احتشام الحق (۲) خطبات لدھیانوی

ساری کتابیں طلباء میں بہت جلد فروخت ہوگئی تھی، اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب! دیکھا کتابیں ایسی منگوانی چاہئے کہ جو دیکھتے ہی دیکھتے فروخت ہو جائے (مفہوم)

## تدریس

سنا ہے اس کو سخن کے اصول آتے ہیں
کرے کلام تو باتوں سے پھول آتے ہیں
اس کے پڑھانے میں ہے مٹھاس ایسی
بیمار بھی ہو تو بچے پڑھنے ضرور آتے ہیں

استاذ مرحوم نے ایک تدریسی گھرانے میں ہوش سنبھالا تھا، اس لئے معلّمی آپ کے

لئے کوئی نئی بات نہیں تھی، تدریسی ماحول آپ کو اپنے والد بزرگوار کی گود سے ملا تھا، آپ نے فراغت کے بعد سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک اس عمل کو ترک نہیں کیا، زندگی کے اخیری چند سال آپ نے جامعہ حسینیہ کا منصب اہتمام بھی سنبھالا مگر اس وقت بھی آپ سلسلۂ تدریس سے منسلک رہے، تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔

## درس سننے کے لئے ہوتا ہے، لکھنے کے لئے نہیں

آپ کا درس طلباء میں بے حد مقبول تھا، خاص کر ترجمۂ قرآن، آپ کے ذمہ جس کتاب کا بھی درس ہوتا آپ اس کا بھرپور مطالعہ اور درس کی مکمل تیاری کر کے آتے تھے، درس معلومات سے پر ہوتا تھا، آپ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ دوران درس طلباء آپ کی درسی باتیں قلمبند (نوٹ) کرے، فرماتے تھے کہ میرے درس کو غور سے سنو، درس سننے کے لئے ہوتا ہے، لکھنے کے لئے نہیں، اگر تمہیں لکھنا ہی ہے تو میری کہی باتوں کو یاد رکھو اور بعد میں اپنے طور سے اسے کاپی میں نوٹ کرلو۔

## غیر حاضری

مدرسہ کے اوقات میں بہت کم استنجاء یا کسی اور ضروری کام سے درس گاہ سے باہر جاتے، جب وقتی ضرورت سے باہر جاتے بھی تو طلباء پر آپ کے رعب کا یہ اثر تھا کہ غیر موجودگی میں بھی درس گاہ میں سناٹا (خاموشی) طاری رہتا۔

## وقار

درس میں حسب موقع وحسب ضرورت مزاح بھی فرماتے ،مگراس میں بھی اس بات کا خیال رہتا کہ درس گاہ کے وقار کو باقی رکھا جائے ،اگر کوئی طالب علم درس میں زور سے ہنستا تو اس عمل کو ناپسند کرتے ،فرماتے کہ آپ کو ہنسنا بھی نہیں آتا۔

## وقت کی پابندی مثالی تھی

مدرسہ کے تعلیمی اوقات کے خوب پابند تھے، بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ وقت کی پابندی مثالی تھی، پورے سال میں بہت کم غیر حاضری ہوتی ،اس معاملے میں یوں تحریر کروں تو شاید بیجانہ ہوگا کہ آپ درس میں غیر حاضری کو گناہ کبیرہ سے کم نہیں سمجھتے تھے۔

## دوران درس پانی پینے کی عادت تھی

دوران درس پانی پینے کی عادت تھی،صبح جیسے ہی درس گاہ میں داخل ہوتے آپ کے لئے تازہ پانی لا کر رکھ دیا جاتا۔

## ترغیب

دوران درس وقتاً فوقتاً طلباء کو غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ، کتابوں کے نام بھی ذکر کرتے کہ فلاں کتاب دیکھو۔

## پرندہ کوئی موسم ہو ٹھکانے تک پہنچتا ہے

ہمارا تیر کچھ بھی ہو نشانے تک پہنچتا ہے
پرندہ کوئی موسم ہو ٹھکانے تک پہنچتا ہے

درس میں بعض ایسی باتیں بھی سننے میں آتی جو بالکل انوکھی ہوتی تھی۔

ایک مثال۔ایک دن درس میں فرمایا کہ انڈیا میں بہت سے پرندے آسٹریلیا اور سائبریا سے ہجرت کرکے آتے ہیں،ہجرت کرکے آنے والے پرندوں میں تلور،بطخیں،مالرڈز،ٹیلزاوغیرہ ہیں،یہ پرندے کئی ہزارکلومیٹر کا فاصلہ عبور کرکے انڈیا پہنچتے ہیں،اور پھر واپس اسی راستہ سے جس راستے سے وہ آئے ہوتے اسی راستے واپس اپنے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

## اخبارنویسی اور ذوق اکابر

(۱)بعض اکابراخبار بینی سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔

مثال۔جب کانگریس کی تحریک شباب پر تھی اور ہر کانگریسی جیل میں ٹھونس دیا گیا تھا،حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اچانک اپنے استاذ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے در دولت پر تشریف لائے،علامہ صاحبؒ اس وقت ''اخبار،،کا مطالعہ کررہے تھے،حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سلام کرکے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضرت!سنا ہے ملک میں کوئی تحریک چل رہی ہے،علامہ نے ''اخبار،،ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ''لیجئے،مطالعہ کیجئے،،حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ نے''اخبار،،کے صفحات گنے جو آٹھ تھے،فرمایا کہ اگر کتاب کے آٹھ صفحات کا مطالعہ ہوتو کتنا فائدہ ہوگا،یہ کہہ کر یہ جا،وہ جا،علامہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے(نقش دوام ص ۶۵)

(۲)بعض اکابر خودتو''اخبار بینی،،کے عادی نہیں تھے البتہ احباب سے چیدہ چیدہ

اہم خبریں معلوم کر لیتے تھے۔

مثال۔حضرت مفتی نیاز محمد ختنیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ ’’اخبار،، کا مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ احباب سے چیدہ چیدہ اہم خبریں معلوم فرمالیتے اور اس طرح حالات حاضرہ سے باخبر رہتے (مشک ختن ص ۱۲۸)

(۳) بعض اکابر ’’اخبار بینی،، کے عادی تھے۔

مثال۔اشاعت خاص (مولانا محمد منظور نعمانیؒ) ماہنامہ الفرقان ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۷ء ص ۳۸ پر ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ حالات حاضرہ اور گرد و پیش کے واقعات سے پوری طرح باخبر رہتے، ’’اخباروں،، کا مطالعہ پابندی سے کرتے، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیہ سے ایک مجلس میں سنا کہ ’’اخبار بینی،، کا یہی معمول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کا بھی تھا، استاذ مرحوم (حضرت مولانا محمود شبیر راندیریؒ) بھی ’’اخبار بینی،، کے عادی تھے، روزانہ پابندی سے اخبار پڑھتے تھے، کئی مرتبہ میں نے آپ کو راندیر کے علاقہ ’’تائی واڑ،، میں ہوٹل باغیا کے قریب اخبار پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

## اس بات کا خیال رکھے

انتباہ۔اخبار میں عورت کی تصویریں کثرت سے شائع کی جاتی ہیں، اخبار پڑھتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ عورت کی تصویر پر نگاہ نہ پڑے، اور بھول سے نگاہ پڑ جائے تو فوراً اس پر سے اپنی نگاہ ہٹالے، کیونکہ تصویر سے نفس کو لطف اندوز ہونے کا موقع بہت

ملتا ہے۔

## اخبار کو لوگ ایسے بھی پڑھتے ہیں

چلئے، چلتے چلتے، اخبار بینی کا منفرد مشرقی انداز بھی پڑھتے چلے، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر کرتے ہے کہ طویل سفر میں کوئی ہم ذوق ساتھی نہ ہو تو ''اخبار، یا کتاب کے ساتھ وقت گذرتا ہے، پہلے جہاز یا بس میں نیند آجایا کرتی تھی، اب کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ کم ہوتا جا رہا ہے، نیز وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اخبار مانگ کر پڑھنا معمول کی بات ہے، اور اگر کوئی اخبار پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر ترچھی نظروں سے یا الٹے سیدھے ہو کر ساتھ ساتھ پڑھتے جانا بھی کوئی عیب کی بات نہیں شمار ہوتا، مگر باہر کی دنیا میں (مراد مغربی دنیا ہے) یہ عجیب سی بات لگتی ہے، اور ایسی حرکت کو محسوس کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں تو یوں ہوتا ہے کہ بس یا ویگن میں سفر کرتے ہوئے کوئی اخبار خریدیں تو چند لمحوں میں ورق ورق ہو کر مسافروں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور منزل پر اترنے سے پہلے اسے دوبارہ جمع کرنا پڑتا ہے ۔

## انداز اصلاح

طلباء سے علمی،عملی، اخلاقی غلطی سرزد ہوتو استاذ کا یہ حق ہے کہ اسے نصیحت کرے،اس کی غلطی کی اصلاح کرے،بعض اساتذہ اس سلسلہ میں ایسا ہونے پر طالب علم کو برا بھلا کہتے ہے،اور بعض مرتبہ کچھ اساتذہ تمسخر اور تحقیر آمیز الفاظ بھی استعمال کرگذرتے ہیں جس سے شاگرد کی شخصیت پامال اور اس کی نفسیات ذلت سے دوچار ہوجاتی ہے،بعض مرتبہ یہی عمل طرفین میں نفرت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

علاج۔شاگرد سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو استاذ برا بھلا کہنے کے بجائے شفقت ومحبت کے دائرے میں رہتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ طلبہ کے جذبات مجروح نہ ہوں اوران کی عزت نفس پر حرف نہ آئے،استاذ مرحوم کا اس سلسلہ میں یہی انداز تھا،آپ شفقت ومحبت کے دائرے میں رہتے ہوئے طلباء کو سمجھاتے تھے۔

ایک ساتھی نے بتایا کہ وہ قمیص کے ساتھ پینٹ پہنتا تھا،استاذ مرحوم کچھ عرصہ تک اس عمل کو دیکھتے رہے اور پھر ایک دن دوران درس اس انداز میں اس عمل پر تنبیہ کی کہ سننے والے کو ناگوار نہ گذرے،الغرض انداز اصلاح ’’از دل خیزد بر دل ریزد،،والا تھا۔

ایک اور ساتھی نے بتایا کہ وہ اور کچھ طلباء ایک جگہ کھڑے ہوکر ٹی،وی پر کرکٹ میچ دیکھ رہے تھے،استاذ مرحوم کا اس طرف سے گذر ہوا آپ نے اسے اور دوسرے طلباء کو ٹی،وی پر میچ دیکھتے ہوئے دیکھ لیا مگر وہاں سے آپ اس طرح گذر گئے گویا آپ نے ان کو دیکھا ہی نہ ہو،چند دنوں بعد درس میں اس عمل پر بھی اس انداز سے تنبیہ کی کہ یہ

محسوس بھی نہیں ہونے دیا کہ میں نے تمہیں فلاں دن فلاں جگہ پر میچ دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

## مہتمم میں بردباری ہونا بہت ضروری ہے

فرق کچھ نہیں پڑتا اک جیسے ناموں سے

آدمی کو جانا ہے ہم نے اس کے کاموں سے

استاذ مرحوم حضرت مولانا اسمعیل ملا (موٹا) کے انتقال کے بعد جامعہ حسینیہ کے مہتمم منتخب ہوئے تھے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جس شخص میں بردباری نہیں وہ مہتمم اور صدر مدرس بننے کے لائق نہیں ہے، مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے، حضرت استاذ مرحوم میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔

## ہر درد کی دوا

مہتمم ہونا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، یہ ایک نعمت ہونے کے ساتھ امتحان اور آزمائش بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ اہتمام کانٹوں بھرا تاج ہے، خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہتمام در حقیقت کانٹوں بھرا تاج ہے، مدرسوں کی دنیا میں مدرس کا کام ہوتا ہے کہ مطالعہ کرے اور درس دے، دیگر خدام کی شان یہ ہے کہ ان کے اوقات فکس ہیں مگر اہتمام

ایک ''بلا،، ہے اور''بلا،، کے دو معنی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ''**وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم**،، میں بلا کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ''ابتلاء،، اور''انعام،، تو اہتمام میں بلاء یعنی ''نعمت،، بھی ہے اور''زحمت،، بھی ہے، وہ کانٹوں بھرا تاج ہے، رات دو بجے بھی کوئی معاملہ یا کوئی مسئلہ پیش آئے تو مہتمم کو بیدار کیا جاتا ہے کہ مدرسہ میں یہ سانحہ رونما ہوا، صبح کوئی مسئلہ پیش آجائے، شام کوئی مسئلہ پیش آجائے نگاہیں مہتمم کو ہی ڈھونڈ رہی ہوتی ہے، مدرسہ جاری ہو تو اس پر نظر، مدرسہ میں تعطیل ہو تب اس پر نظر، اپنے اس کو تلاش کرتے ہیں اور پرایا آجائے تو وہ بھی اسی کو تلاش کرتا ہے، تو جتنی جہتیں ہیں ہر جہت سے اسکی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ جو مشہور مصرعہ ہے کہ ؎

ہر درد کی دوا صل علی محمد

اسی طرح مدرسوں کی دنیا میں ہر درد کی دوا گویا مہتمم ہی ہوتا ہے کہ کوئی قضیہ اور معاملہ ہو تو وہی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے، اسکی ایسی حیثیت ہوتی ہے کہ جیسے یہ بلب ہیں، پنکھے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے آلات چلتے ہیں مگر دراصل یہ برق کا اثر ہے کہ وہ تمام میں تابندگی اور زندگی پیدا کئے ہوئے ہیں، تو مہتمم بے چارہ یوں تو اپنے مقام پر بیٹھا ہوتا ہے مگر بعض مرتبہ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ وہ ''کسمپرسی،، کا شکار ہو جاتا ہے۔

## والد مرحوم کے نقش قدم پر تھے

اللہ تعالی نے آپ کو اہتمام کی لائن سے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کی طرح خوب سوجھ بوجھ عطا فرمائی تھی، اہتمام کی لائن سے آپ بالکل

اپنے والد کے نقش قدم پر تھے۔

## اہتمام صلاحیت

حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کا اہتمام کیسا تھا؟ حضرت مولانا غلام محمد صاحب بورسدیؒ کا بیان ہے کہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کا بطور مہتمم تمام اساتذہ کے ساتھ بڑا اچھا رویہ تھا، اساتذہ بھی حضرت مہتمم صاحبؒ کا خوب احترام و عظمت کرتے تھے۔

## بسا دنیا میں دو مہتمم دیکھے

جامعہ حسینیہ کے مؤقر استاذ حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ فرماتے تھے کہ ''بسا دنیا میں دو مہتمم دیکھے

(۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ

(۲) مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

## میرا بھائی محمد سعید چلا گیا

حضرت مہتمم صاحبؒ کے انتقال کے بعد بڑے درد سے فرمایا کرتے تھے کہ میرا بھائی ''محمد سعید چلا گیا'' بسا نہیں مگر کہ،، یہ ان کا تکیہ کلام تھا، شمس الدین بھی اب جلد چل بسے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت مہتمم صاحبؒ کے وصال کے ایک سال بعد ۱۹۷۷ء میں انتقال فرمایا۔

## ایک اہم نصیحت

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مارچ ۱۹۶۶ء میں جب مجھے ''دارالعلوم فلاح دارین،، ترکیسر کے اہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو کم عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب ضروری تھا کہ بزرگوں سے مشورہ کرتا، اسی مقصد سے ''حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ،، کی خدمت میں راندیر حاضر ہوا، مرحوم جامعہ حسینیہ کے کتب خانہ میں تشریف فرما تھے، محبت سے بٹھایا، بندہ نے عرض کیا کہ بندہ! اس کا اہل نہیں ہے، اور کمیٹی والوں کا اصرار ہے کہ تجھے ہی یہ کام کرنا ہے، فرمانے لگے گھبرانے کی کوئی بات نہیں، کام کام کو سکھلاتا ہے جیسے جیسے کام کرتے جاؤ گے تجربات ہوتے جائیں گے، مشکل پیش آئے تو مشورہ کرتے رہو، البتہ ایک بات یاد رکھنا کہ ''چلتے بیل کو گودے مت مارنا،، مطلب یہ تھا کہ مدرسہ میں جو اساتذہ اچھی طرح اپنا کام کر رہے ہیں خواہ مخواہ ان کے کام میں کیڑے نکال کر ان کو پریشان نہ کرنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ نہ کرنا، مہتمم صاحبان کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں پکڑ کرنے میں فائدہ نہیں ہوتا، چشم پوشی بھی کرنی پڑتی ہے (رشد وہدایت کے منار ص ۱۹۱-۱۹۲ بتغیر )

## اہتمام کی سمجھ بوجھ

تدریس کی طرح اہتمام کی سمجھ بوجھ بھی استاذ مرحوم کو گھر کی دہلیز سے ملی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ طلباء، اساتذہ اور جامعہ کے دیگر خدام کو خوب اچھی طرح ہینڈل کرتے تھے، ورنہ طلباء سے نبھاؤ اور ان کو خوش رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، حضرت مولانا مفتی محمد نیاز ختنی

ترکستانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ طلباء کی مثال ہاتھ میں چڑیا کی سی ہے، اگر زور سے دباؤ تو مرنے کا اندیشہ، اور کھلا چھوڑ دو تو اڑ جانے کا ڈر، مطلب یہ کہ طلباء پر زیادہ سختی کرو تو میدان علم چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو کھلی چھوٹ دیدو تو جس مقصد کے لئے وہ آئے ہیں اس کے حصول سے پھر غفلت برتتے ہیں، پھر وہ مقصد کما حقہ پورا نہیں ہوتا۔

## دارالافتاء کا آغاز

استاذ مرحوم نے اپنے دور اہتمام میں حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث کے منصب کے لئے استاذ مرحوم کے ہی ہم نام حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ کا انتخاب کیا، ہوا یوں کہ حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ کی سورت شہر میں ’’مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ،، میں اعتکاف کی غرض سے تشریف لائے تھے، حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عظیم منصب کی پیشکش کی، جس پر منظوری کی مہر ثبت ہوگئی، آپ کی جامعہ آمد سے جامعہ کو ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ آپ ایک طویل عرصہ سے افتاء اور دارالافتاء سے منسلک تھے، اس لئے حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ حسینیہ میں دارالافتاء کا شعبہ بھی قائم کیا۔

## انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے

منصب اہتمام نے آپ کے مزاج میں غرور و تکبر کو داخل نہیں ہونے دیا، اساتذۂ کرام، طلباء، اور جامعہ کے دیگر کارکنان سے محبت اور اپنائیت سے پیش آتے رہے۔

ہر حال میں نیک و بد کی پہچان رہے
انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے
دانا ہی سے امید یہ ہوسکتی ہے
نادان کو الٹو بھی تو نادان رہے

## چاند کمیٹی کے صدر

راندیر چاند کمیٹی کے سابق صدر استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد اس منصب کے لئے بزرگوں کی نظر انتخاب استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب رحمہ اللہ پر آکر رک گئی اس طرح آپ تاحیات اس منصب پر فائز رہے، ان کے انتقال کے بعد استاذ مرحوم حضرت مولانا محمود شبیر صاحبؒ کا انتخاب عمل میں آیا، تاحیات آپ بھی اس منصب کو رونق بخشتے رہے ،موجودہ چاند کمیٹی کے صدر بھی بندے کے استاذ مکرم حضرت شیخ الحدیث قاری عبد الرشید صاحب اجمیری دامت برکاتہم العالیہ ہے۔

## اور مجھ کو یاد کرتی ہے

جگر راہ میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
دنیا انہیں دیکھتی ہیں اور مجھ کو یاد کرتی ہے

استاذ مکرم کے شاگردوں کی فہرست کافی طویل ہے، جو ملک و بیرون ملک دین کے مختلف شعبے سے جڑے ہوئے ہیں، ان میں چند ایسے نام بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے

خوب مقبولیت سے نوازا ہے۔

## احسان کا مزہ

گر ہو سلوک کرنا انسان کر کے بھولے
احسان کا مزہ ہے احسان کر کے بھولے

(داغ)

آپ اپنے دور اہتمام اور اس سے پہلے بھی غریب طلباء کی مالی امداد کیا کرتے تھے، مدد کرنے کے بعد کبھی اس کا اظہار نہ اس طالب علم سے اور نہ ہی کسی اور سے اور نہ اپنے درس میں کرتے تھے۔

## آخری منزل

جنہیں اب گردش افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گور غریباں میں

آپ کی تدفین راندیر کے گور غریباں قبرستان میں عمل میں آئی، اس قبرستان میں بڑے بڑے اولیاء اللہ مدفون ہیں۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
داغ فرقت دے گئے جدا ہم سے ہو گئے
اللہ کی رحمت کو اوڑھے لحد میں سو گئے

یہ دعا لازم ہیں ہم پر چھوڑ سب کار فضول
یا الٰہی قبر پر ان کی ہو کروڑوں رحمتوں کا نزول

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئے گا
ہم بھول سکے ہیں نہ تجھے بھول سکیں گے
تو ہمیں یاد رہے گا، ہاں یاد رہے گا

# استاذ مرحوم حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر

استاذ مرحوم احقر کے استاذ بخاری تھے
درس میں بیان کرتے اکثر اقوال قسطلانی تھے
جامعہ حسینیہ کے شیخ بخاری تھے
عینی کے تھے معتقد دیکھتے عمدۃ القاری تھے
مشہور آپ کے درس بخاری تھے
حافظ کے اقوال یاد زبانی تھے
وقت کے تھے پابند کردار کے مثالی تھے
جامعہ کے وفادار و شیخ بخاری تھے
درس درمیانی درجہ کا تھے دیتے
دروس ہوتے طویل بحثوں سے عاری تھے
کرتے مہمانوں کی خاطرداری تھے
نبھاتے رشتہ داروں سے رشتہ داری تھے
کام کے دھنی قلم کے سپاہی تھے
جامعہ کے شیخ بخاری تھے
سلام کی ہے دعا ہو جنت میں درجات بلند
کیا ہے پوری زندگی آپ نے اسلام کا علم بلند

## تفصیلات

ولادت با سعادت۔۲۴ شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۳۷ء بروز جمعہ ضلع بھروچ کی معروف بستی ''کنتھاریہ،، میں ہوئی۔

دینیات کی تعلیم۔اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی نیز فارسی کی مختلف کتابیں بھی گاؤں ہی میں پڑھی۔

جامعہ حسینیہ میں داخلہ۔مزید دینی تعلیم کے لئے صوبہ گجرات کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر تشریف لائے،باقی کی تعلیم جامعہ ہی میں مکمل فرمائی۔

تدریس۔درجہ عالیت سے فراغت پر یکم نومبر ۱۹۵۷ء کو اپنی مادر علمی جامعہ حسینیہ ہی میں تدریسی خدمت کا آغاز کیا اور تادم حیات تقریباً ۵۱ سال کی طویل مدت تک ایک ہی جگہ پر تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے،فارسی سے لیکر دورۂ حدیث تک کی ہر فن کی کتابیں زیر درس رہی ۱۹۹۴ء میں بخاری شریف جلد اول کی تدریس کا ذمہ آپ کو دیا گیا ۱۹۹۵ء سے بخاری شریف کی دونوں جلدیں آپ کے سپرد کی گئی جس کا آپ نے تادم حیات درس دیا،مجموعی طور پر ۱۳ سال آپ نے بخاری شریف کا درس دیا۔

شرف تلمذ۔احقر نے استاذ مرحوم سے جامعہ میں بخاری شریف مکمل،مسلم شریف مکمل،موطا امام محمد،اور نسائی شریف پڑھی۔

## خصوصیت

بخاری شریف کی تدریس کی ایک خصوصیت کی طرف اشارہ کرنے کو جی چاہتا ہے،

ہند و پاک کے جن مدارس میں بخاری شریف کا درس ہوتا ہے اس کی تدریس کے دو طریقے رائج ہیں۔

ایک طریقہ وہ ہے جو استاذ مرحوم کی تدریس کا تھا، جو طلباء کے لئے سمجھنے میں بھی آسان تھا اس طریقے میں بخاری شریف کے سبھی ابواب پر ضروری بحث ہو جاتی تھی کوئی باب بھی تشنہ نہیں رہ جاتا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات اساتذہ کے تدریس کے دو طریقے ہوتے ہیں۔

(ا) طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں خاص طور پر شروع کی احادیث اور ابواب میں بہت طویل بحثیں کی جاتی ہیں اور اس میں جن چیزوں کا بہت دور سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی بیان کی جاتی ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ''ب،، سے لیکر ایک ایک لفظ کی تشریح اور پھر اس کے بعد اس کے متعلقات کا بیان اور پھر اگر کسی مسئلہ کے اندر کتاب میں اختلاف ہوا ہے تو جتنے اقوال مروی ہیں ان سب کا استقصاء اور استقراء وغیرہ کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ زیادہ دیر تک نہیں چل پاتا کیونکہ شروع میں تو لمبی لمبی بحثیں ہو جاتی ہیں اور آگے کتاب بہت رہ جاتی ہیں اس کے نتیجہ میں ایسے بہت سے ابواب جن میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ بیان کیا جائے وہاں پر بیان کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، لہذا شروع میں تو خوب لمبی لمبی ابحاث ہوتی ہیں اور آخر میں تیز تیز رواں رواں چلا دیا جاتا ہے اس طریقۂ کار میں بھی بعض حضرات مصلحت یہ سمجھتے ہے کہ شروع کی احادیث میں مباحث کا بیان ہو جائے تو اس سے ایک بصیرت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) طریقہ یہ ہے کہ ایک اعتدال اور توازن کے ساتھ درس چلے کہ جس میں ضرورت کی باتیں بیان ہوں اور جس طریقے سے شروع میں ابتداء کی تھی وہی طریقہ آخر تک چلے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ میں اس دوسرے طریقے کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ابتداء میں طویل بحثیں کر کے آگے پھر تیز چلا دیا جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ صرف ضرورت کی باتوں پر اکتفاء کیا جائے اور وہ باتیں بیان کی جائیں جو مفید ہیں اور جو باب کا لب لباب ہیں، اور کوشش کی جائے کہ یہ طریقہ آخر تک برقرار رہے اور کوئی ضروری بحث چھوٹنے نہ پائے، اس دوسرے طریقے میں استاذ کے اوپر بوجھ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کو یہ کرنا پڑتا ہے کہ سارے مباحث کو دیکھنے کے بعد اس میں سے ان چیزوں کا انتخاب کرنا پڑتا ہے کہ جو مفید و فائدہ مند ہیں اور کارآمد ہیں لیکن طلبہ کے لئے یہی صورت زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، لہذا میں اسی طریقے پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور ان شاء اللہ کروں گا (انعام الباری)

استاذ محترم کے درس کا حال بھی یہی تھا آپ کا درس نہایت جامع اور پر مغز ہوتا تھا مباحث میں تفصیل واختصار کے لحاظ سے آپ کے یہاں آغاز سال اور اختتام سال کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں تھا آپ جس معیار پر شوال میں درس شروع فرماتے اسی معیار پر رجب تک ثابت قدم رہتے اور سب کتابیں اپنے اپنے وقت پر ختم ہو جاتی تھی آپ کے درس میں خارجی باتیں بہت کم ہوتی تھیں۔

## یک در گیر محکم بگیر

حضرت استاذ مرحوم نے اپنی مادر علمی جامعہ حسینیہ راندیر میں تقریباً پچاس (۵۰) سال تک تدریس کی خدمت انجام دی، بخاری شریف کا درس آپ کے ذمہ تقریباً چودہ (۱۴) سال تک رہا اس طرح طلباء کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے علمی فیض اور علمی استفادہ کیا یہ سب استاذ مرحوم کے حق میں صدقہ جاریہ ہیں۔

## خدمات

استاذ مرحوم نے تقریری اور تحریری دونوں لائن سے دین کی خدمت انجام دی، آپ نے ایک لمبا عرصہ راندیر کی مشہور مسجد، مسجد چناروا ڑ میں مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرمایا نیز راندیر عیدگاہ میں بھی آپ کئی سال تک تقریر فرماتے رہے۔

تحریری لائن سے بھی امت کو فیض پہنچاتے رہے کئی سال تک سورت سے نکلنے والا ہفتہ واری اخبار امید میں حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی ''فتاوی وبھاگ،، کے نام سے جاری ہوتے تھے جن سے لوگ علمی فائدہ حاصل کرتے رہیں اور بھی بہت سے ماہنامہ میں حضرت کے مضامین ومقالات چھپتے رہے اسی طرح جو لوگ براہ راست حضرت سے تحریری طور پر مسائل پوچھتے تھے آپ اس کا جواب دیتے رہے اس طرح حضرت کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے کئی سو مسائل رجسٹر میں محفوظ ہیں ان میں سے کچھ مسائل بنام ''روضۃ الفتاوی،، چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں اور لوگوں سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں۔

## وقت کی پابندی

کہہ رہا ہے بہتا دریا وقت کا
قیمتی ہے لمحہ لمحہ وقت کا
وقت کے ساتھ جو چلتے رہے
کامیاب و کامران وہ ہوگئے
مانتا ہے جو بھی کہنا وقت کا
وقت بھی بن جاتا ہے اس کا اپنا
وقت دیتا ہے ہم کو سبق یہی
وقت کو وقت سے نہ ٹالنا کبھی

حضرت الاستاذ میں ایک خاص خوبی تھی ''وقت کی پابندی،،آپ وقت کی خوب پابندی کرتے تھے اور طلبہ سے بھی فرماتے تھے کہ فارغ ہونے کے بعد جب کسی جگہ پر دینی کام میں لگو تو وقت کی خوب پابندی کرنا۔

## بڑا پن

جس سال میں دورۂ حدیث میں تھا اس سال کا واقعہ ہے کہ کسی نے حضرتؒ سے چند طلباء کی کسی بات پر شکایت کی اس میں جن طلباء کا نام تھا ایک طالب علم کا نام غلط پیش کیا گیا تھا، پہلے تو حضرت نے سارے ہی طلباء کو خوب ڈانٹا اسی روز دوسرے وقت میں وہ طالب علم جس کا نام غلط پیش کیا گیا تھا حضرت کے پاس گیا اور اپنی صفائی پیش کی

حضرت نے صحیح بات سامنے آنے پر اس سے معافی مانگی، ایک ادنی طالب علم کے ساتھ شیخ الحدیث کا اس طرح کا سلوک یقیناً یہ بڑے لوگوں کا کام ہیں۔

## صفائی معاملات

ایک دن حضرت نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ لاچپوری سنا ہے تیرے گاؤں میں جو بیکری ہے اس میں ٹوس بسکٹ بہت اچھے ملتے ہیں، میں نے کہا جی ہاں، تو فرمایا کہ جب جمعہ کو آؤ تو میرے لئے ایک کلو بسکٹ لیتے آنا، میں حضرت کے لئے بسکٹ لے گیا بسکٹ دیتے ہوئے میں نے کہا کہ حضرت! یہ بسکٹ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے، اس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو میں نے خود یہ بسکٹ تم سے لانے کو کہا تھا لہذا اب تیرا مجھے ہدیہ کرنا ٹھیک نہیں، میں نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے کہ بھائی! استاذ شاگرد کا معاملہ اپنی جگہ لیکن معاملات میں صفائی ہونی چاہئے، پھر فرمایا کہ تو جب تک اس کی رقم وصول نہیں کرے گا میں یہ بسکٹ کے پاکٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔

## شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''**من لم یرحم صغیرنا و من لم یوقر کبیرنا فلیس منا**،، جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، واقعہ یوں ہے کہ میرا نکاح ہوئے دو ڈھائی سال کا عرصہ گذر چکا تھا لیکن اب تک اولاد سے محرومی تھی، ایک دن میں نے برطانیہ سے حضرت کو فون کیا اور اس سلسلہ میں دعا کی درخواست کی، اس پر حضرت نے فرمایا کہ مایوس نہ ہو ان شاء اللہ آپ کے

یہاں اولاد ضرور ہوگی، نیز فرمایا کہ تیرا برطانیہ کا پتہ لکھوادے میں تیرے لئے اس سلسلہ میں تعویذ بھیجدوں گا، اس کے ساتھ ایک پرچی بھی ہوگی جس میں تعویذ کا طریقہ استعمال لکھا ہوگا، اس پر میں نے کہا کہ حضرت! پوسٹ کا جو خرچہ ہوگا وہ میں آپ پر بھیجدوں گا اس پر فرمایا کہ نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

## خوش قسمتی

حضرت الاستاذ اپنے فتاوی ایک رجسٹر میں درج کرتے تھے اس میں میرا حصہ اس طور پر لگ گیا کہ ایک دن حضرتؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تیری گجراتی تحریر کیسی ہے؟ اس پر میں خاموش رہا تو ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ اس پر اپنا نام اور پتہ لکھ، مقصد گجراتی تحریر کو جانچنا تھا، میں نے لکھا، حضرت نے میری تحریر کو پسند کیا، اس کے بعد سے بعض مرتبہ مجھ سے رجسٹر میں گجراتی زبان میں نقل فتاوی کا کام لیا۔

## ملفوظات

(۱) فرمایا کہ گجرات میں طلاق کے لئے ایک لفظ استعمال ہوتا ہے ’’فارغتی،، یہ دراصل ہے ’’فارغ قط، مگر کثرت استعمال سے اس میں بگاڑ آگیا اور بگڑ کر ’’فارغتی،، بن گیا۔

(۲) کوئی آدمی دنیا چھوڑ جاتا ہے تو اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس میں ایک لفظ ہے ’لاش،، یہ دراصل ’’لاشئی،، ہے، یعنی کوئی چیز نہیں، چونکہ انسان کے بدن سے روح نکل جاتی ہے تو پھر وہ کوئی چیز نہیں رہتا۔

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر

گو کھلی ہوتی ہے آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتی

(اکبر الہ آبادی)

روح نکلتے ہی اس کا نام بدل جاتا ہے ''لاشئی،، مگر یہ بھی کثرت استعمال کی وجہ سے بگڑ کر ''لاشئی،، ہو گیا۔

(۳) ہماری دورۂ حدیث کی جماعت میں غالبًا بیالیس (۴۲) طلباء تھے اس میں سب سے بڑی اور گھنی داڑھی میری تھی، اس بنا پر حضرت الاستاذ محبت سے مجھے درس میں شیخ الاسلام کہا کرتے تھے۔

## دار السلام میں عبد السلام

حضرتؒ کا راندیر کے قصائی واڈ محلّہ میں اپنا ذاتی مکان تھا، مکان کی پیشانی پر حضرت نے ''دار السلام،، کندہ کرایا تھا، ایک دن میں حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، گھر کے مین دروازے پر لوہے کی کھڑکی ہے وہاں سے میں نے ڈور بیل بجایا، حضرت کے صاحبزادے نے آکر مجھے ریسو recive کیا، حضرت کی رہائش فرسٹ فلور پر تھی، میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت نے پوچھا کون؟ جواب میں کہا عبد السلام، تو اس پر فرمایا کہ اندر آجاؤ، جیسے ہی میں اندر داخل ہوا فرمانے لگے اچھا! آج دار السلام میں آیا ہے عبد السلام۔

## یادگار

حضرتؒ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ عمدہ اور ضروری باتوں کو ضبط تحریر میں لے لیا کرتے تھے، حضرت نے اپنے پاس کاپی میں یہ شعر لکھ رکھا تھا کہ

**یلوح الخط فی القرطاس دھرا   وکاتبہ رمیم فی التراب**

کاغذ میں لکھا ہوا ہمیشہ چمکتا رہتا ہے (یعنی باقی رہتا ہے) اور اس کا لکھنے والا مٹی میں مل جاتا ہے

من نوشتم صرف کردم روزگار

من نمانم ایں بماند یادگار

میں نے اس کے لکھنے میں ایک مدت صرف کی ہے، میں تو نہیں رہوں گا، میری یہ یادگار رہے گی۔

اضافہ۔حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں

العلم صید والکتابۃ قیدہ   قید صیودک بالحبال الواثقہ

علم شکار ہے اور کتابت اس شکار کو باندھنے کا آلہ ہے

تو بھی اپنے اس شکار کو مضبوط رسیوں سے باندھے رکھ

فمن الحماقۃ ان تصید غزالۃ   وتترکھا بین الخلائق طالقہ

یہ حماقت ہے کہ تو ہرنی کا شکار کرے

اور پھر لوگوں کے بیچ اسے آزاد چھوڑ دے

یعنی آدمی کوصرف اپنے حفظ پر اعتماد نہ کرنا چاہئے،علمی مسائل کولکھ کر محفوظ کرنا چاہئے،ورنہ مرورزمانہ سے ذہن سے نکل جائیں گے،اس لئے جس طرح شکاری اپنے شکار کو مضبوط رسی سے باندھ رکھتا ہے تم بھی علم کومحفوظ کرو(دیوان الامام الشافعیؒ ص۱۹۸)

**العلم صید والکتابة قید فقیدوا العلم بالکتابة**

اورفارسیان کہتے ہیں ؎

دانش شکاراست ونوشتن بند،پس دانش رابانوشتن بہ بندآورید

## صدقہ جاریہ

حضرت الاستاذ کی صلبی اولادبھی ماشاء اللہ دین کے کام سے جڑی ہوئی ہیں،اورروحانی اولادبھی دنیا کےمختلف ممالک میں دین کےمختلف شعبے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں،یہ سب یقیناً حضرت الاستاذؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہے،باری تعالی حضرت کے درجات کو جنت میں بلندفرمائے،آپ کی تمام دینی خدمات کوشرف قبولیت بخشے،آمین

کھو کے اپنی بزم سے اہل میخانہ تجھے
مدتوں تڑپا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

# استاذ مرحوم حضرت مولانا
# مفتی یعقوب اشرف صاحب رانديریؒ،
# سابق مهتمم دار العلوم اشرفیه، راندیر

(۱)

تھے حضرت مرحوم مہتمم ہمارے
طلباء تھے ان کو محبوب و پیارے
ویسے تو مہتمم سے ڈرتے ہیں طلباء سارے
مگر ہمارے حضرت تو تھے طلباء کے دلارے
گھیرے رہتے تھے طلباء آپ کو سارے
تھے بڑے ہی بے تکلف مہتمم ہمارے
ڈھونڈتی ہے آج بھی انہیں نگاہیں
تھے وہ ہم سب کی آنکھوں کے تارے
راندیر چاند کمیٹی کے تھے صدر حضرت ہمارے
ہر ماہ چاند کے تعلق سے تھے فیصلہ سناتے
فیصلے پر ان کے سب رمضان و عید مناتے
چاند کا فیصلہ کڑی تحقیق کے بعد تھے سناتے
بروز جمعہ نماز سے قبل تھے وعظ سناتے
بڑے غور سے لوگ اسے سماعت فرماتے
وعظ میں زبان نہایت سہل استعمال فرماتے
لوگ سن کر اطمینان کا اظہار فرماتے

تھے بیعت حضرت ہردوئی سے حضرت ہمارے
حضرت ہردئی بھی ان سے تھے محبت فرماتے
اساتذہ جامعہ بھی تھے خوش سارے
تھے خوش مزاج نظر آتے مسکراتے
درس میں خود بھی تھے ہنستے طلباء کو بھی ہنساتے
تھے بہت سی خوبیوں کے مالک حضرت ہمارے
اکابر کے واقعات تھے یاد خوب سارے
عقیدت سے مزے لے کر تھے سناتے
کرگئے خدمت انداز سے بڑے پیارے
آج بھی کرتے ہیں یاد شاگرد سارے
سلام پر کئے ہیں احسان کئی سارے
خدا آپ کو اس کا اجرعظیم عطا فرمائے
خدا باغ اشرف کو سدا آباد رکھے
تاقیامت سر سبز و شاداب رکھے

(سلام لاجپوری)

(۲)

اسم تھا آپ کا یعقوب اشرف
رکھتے تھے بلند حوصلہ اور بڑا ظرف
ورنہ ہے آج کا دور حاضر
حوصلہ شکن اور انتہائی کم ظرف
ملتے تھے سب سے ہوکر بے تکلف
طبیعت میں ذرا بھی نہیں تھا تکلف
تھے راندیر اشرفیہ کے ذمہ دار
تھے طلباء آپ پہ جاں نثار
دیکھے گئے ایسے مہتمم بہت کم
رہتے ہو مرحوم کی طرح ہر دم
تھے مطالعہ کے خوب شوقین
کی پوری زندگی خدمت دین
صوفی باغ کے تھے شیخ الحدیث
کرگئے خوب خدمت حدیث
ہوتاہے آج بھی آپ کی کمی کا احساس

آتی رہے گی یاد آپ کی جب تک ہے تن میں سانس
ہے سلام کی دعا بس یہی
کرے قبول ذات باری
ہو خدمات آپ کی ساری مقبول
ہو راضی آپ سے خدا و خدا کا رسول

## مختصر سوانحی خاکہ

پیدائش۔۱۲مئی ۱۹۵۷ء بمقام راندیر

سند فضیلت۔۸۱-۱۹۸۰ء دارالعلوم اشرفیہ رس راندیرے

اساتذۂ کرام۔جدامجد حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ

مولانا محمد رضا اجمیریؒ، (شیخ اجمیری) مولانا حکیم ابوالشفاءؒ،

مولانا یعقوب بھڑکودرویؒ، مولانا رجبؒ، مفتی عبدالغنی کاویؒ،

مفتی محمد آچھودی، مولانا یوسف بوڈھانیؒ، مولانا محی الدین المعروف بہ قاضی ماماؒ، مولانا قاسم صاحب کرمالی دامت برکاتہم العالیہ وغیرھم۔

افتاء۔مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شیروانی، جلال آبادیؒ کی زیرنگرانی ۱۹۸۲ء میں مفتاح العلوم جلال آباد سے۔

اصلاحی تعلق۔اولاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے، حضرت کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے، ان کی وفات کے بعد محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ سے، حضرت کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے تجدید بیعت کی۔

مجاز بیعت۔حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ سے۔

مدت تدریس۔تقریباً ۳۵ سال

مدت اہتمام۔۲۷سال

دیگر خدمات۔نو(۹) سال تک مدرسہ اسلامیہ،صوفی باغ، رامپورہ سورت میں بخاری شریف کی تدریس (اول شیخ الحدیث مدرسہ ہذا)

دارالعلوم اشرفیہ میں ابتدائی کتب سے لے کر علیا تک کی ہر فن کی کتب زیر تدریس رہی

صدر۔تقریباً نو(۹) سال تک راندیر چاند کمیٹی کے صدر کے فرائض انجام دیئے۔

نائب صدر۔محکمۂ شرعیہ راندیر کے نائب صدر بھی رہے۔

رکن شوری۔جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل،سملک اور جامعہ حقانیہ،کھٹور۔

عقدنکاح۔راندیر جامعہ حسینیہ کے سابق مہتمم وسابق رکن شوری از ہر ہند دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا اسماعیل ملا(موٹا) صاحب رحمہ اللہ کی دختر نیک اختر سے ۱۹۸۵ء ہوا۔

اولاد۔ایک لڑکا دولڑکی

صاحبزادہ مفتی احمد اشرف صاحب سلمہ ماشاء اللہ حافظ،قاری وعالم ہیں،

دونوں صاحبزادیاں بھی ماشاء اللہ عالمہ ہیں۔

وفات۔۸ اکتوبر ۲۰۱۵ء بوقت صبح ۲۰۔۶ بجے سے ۴۵۔۶ کے درمیان

ہوئی۔

صلوۃ جنازہ۔ ۸ کتوبر ۲۰۱۵ءکو دوپہر ۴ بجے صاحبزادہ مفتی احمد اشرف سلمہ کی امامت میں راندیر اسلامیہ جیم خانہ میں ادا کی گئی۔

تدفین۔ راندیر میں اپنے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔

## دو قسم کے کمالات

اللہ تعالی نے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو جن کمالات اور خوبیوں سے نوازا تھا وہ دو قسم پر تھیں (۱) وہبی (۲) کسبی

وہبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جو اللہ تعالی نے ان کو براہ راست عطا فرئی تھی اس میں ان کی محنت وکوشش کا کچھ دخل نہیں تھا۔

کسبی یعنی وہ کمالات اور خوبیاں جس کو بھی عطا کرنے والی تو اللہ تعالی ہی کی ذات ہے مگر اس میں بظاہر حضرت مہتمم صاحب کی کوشش ومحنت کو بھی دخل تھا۔

## وہبی کمالات

اول۔ اللہ تعالی نے حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو راندیر جیسی علمی بستی میں پیدا فرمایا جس کو ''قریۃ الصالحین،، نیک لوگوں کی بستی کہا جاتا ہے۔

دوم۔ دیندار گھرانے میں پیدا ہونا اللہ تعالی نے آپ کو دیندار اور علمی گھرانے میں پیدا فرمایا، یہ بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، صاحب معارف الحدیث حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے بڑے بڑے احسانات جو ان پر

ہوئے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ’’تحدیث نعمت،، میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے مجھے دیندار گھرانے میں پیدا فرمایا، دیندار گھرانے میں پیدا ہوجانا یہ اللہ تبارک و تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔

سوم۔جس میں کسب اور وہب دونوں کو دخل ہے، وہ یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی حافظ قرآن بنتا ہے، قاری بنتا ہے، عالم بنتا ہے، مفتی بنتا ہے یہ اس کے لئے اللہ تعالی کا خصوصی انتخاب ہوتا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالی نبیوں کا انتخاب فرماتے ہیں، ’’**اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**، ،حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی نوراللہ مرقدہ نے ’’امدادالباری،، میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ نبوت ’’ڈگری،،نہیں یہ ’’پوسٹ،، ہےاس کے لئے انتخاب ہوتا ہے،آج کی زبان میں اس کے لئے الیکشن نہیں بلکہ سلیکشن ہوتا ہے یہی حال مقام صحابیت کا بھی ہے،صحابۂ کرام کا بھی اللہ تبارک وتعالی نے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے انتخاب کیا ہےان کو بھی چنا گیا ہے،ٹھیک اسی طریقہ سے اللہ تبارک وتعالی جس کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ کرتا ہےتو ’’**من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین**،،اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، یہ بھی اللہ تعالی کا انتخاب ہوتا ہے۔

## کسبی نعمت

امام رازیؒ نے بڑی پیاری بات لکھی ہے جس کو پڑھ کر طبیعت جھوم اٹھتی ہے ،لکھتے ہیں کہ دین کا علم حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے جیل اور قیدخانہ سے چھٹکارے کا سبب بنا تھا،تو جو مسلمان علم دین حاصل کرے گا یہ علم اس کے لئے دنیا میں شکوک و

شبہات کے قید خانہ سے چھٹکارے اور نجات کا سبب بنے گا، اور قبر میں عذاب قبر سے چھٹکارے اور نجات کا سبب بنے گا، آخرت میں جہنم سے چھٹکارے کا سبب بنے گا۔

## مثالی اہتمام

اللہ تعالی نے حضرت استاذ مرحوم کو اہتمام کی لائن سے بھی خوب سمجھ بوجھ عطا فرمائی تھی، اسی سمجھ بوجھ کا نتیجہ تھا کہ آپ طلباء کو اچھی طرح ہینڈل کر لیتے تھے ورنہ طلباء سے نبھاؤ اور ان کو خوش رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، مہتمم کے لئے جب طالب علم اور استاذ کے درمیان کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو وہ موقع مہتمم کے لئے بڑا امتحان کا ہوتا ہے، بڑا نازک موقع ہوتا ہے، سلجھے اور تجربہ کار مہتمم کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ ایسا فیصلہ کرے کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہ پڑے اور طلباء کا دل بھی رہ جائے، حضرت مہتمم صاحب کے دور اہتمام میں بھی ایسے مواقع آئے، مہتمم صاحب نے ان مواقع پر ایسا کیا کہ استاذ کے مقام پر بھی زد نہیں آئی اور طلباء کے دلوں کو بھی رنجیدہ و غمگین نہیں ہونے دیا۔

حضرت مہتمم صاحب کے پاس جب کبھی بیٹھنا ہوا تو دلی خواہش یہ رہی کہ مجلس زیادہ دیر تک چلے، حضرت کی مجلس میں خوب دل لگتا تھا۔

بہت جی لگتا تھا صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

## دادا جان کے نقش قدم پر

پورے دور اہتمام میں آپ اپنے دادا جان حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر کے اختیار کردہ طور وطریق اور ان کا اہتمام کرنے کا جو انداز تھا اسی کا فالو اور اتباع کرتے رہے اور اسی راہ پر حتی الامکان اپنے آپ کو گامزن رکھا۔

## محبت شیخ

استاذ مرحوم حضرت والا ہردوئی کے علوم سے مستفیض ہونے اور وہاں رہ کر اپنے دل کی دنیا کو سنوارنے کی غرض سے راندیر سے ایک لمبا سفر طے کر کے مسلسل ہردوئی حاضری دیتے رہے، حضرت والا ہردوئی بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت والا ہردوئی کی معیت میں آپ کو ملک وبیرون ملک کے سفر کی سعادت بھی نصیب ہوئی، حضرت والا ہردوئی برطانیہ کے ایک سفر میں استاذ مرحوم کو اپنے ساتھ لائے تھے اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ حضرت ہردوئی رحمہ اللہ نے استاذ مرحوم کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

## اپنے شیخ کے مشن سے عقیدت

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کو قرآن کریم اور اذان و اقامت کی تصحیح کا خاص خیال رہتا تھا، حضرت والا ہردوئی جہاں جہاں جاتے وہاں ان باتوں کی طرف لوگوں کو خوب توجہ دلاتے تھے، حضرت استاذ مرحوم نے بھی اپنے شیخ کی

اس روایت اوراس مشن کو آگے بڑھایااوراپنے ادارے دارالعلوم اشرفیہ میں ہردوئی سے تعلیم یافتہ ایک استاذ کوبطور مدرس اپنے یہاں دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس رکھااورخود بھی وقتاًفوقتاً طلباءکواذان واقامت سکھاتے رہے۔

حضرت استاذ مرحوم اکثر اپنے بیانات میں اپنے شیخ کا کوئی نہ کوئی ملفوظ ضرور سناتے تھے ابھی چند مہینے پہلے استاذ مرحوم کا سفر برطانیہ ہوا تھا حضرت الاستاذ نے اس سفر میں بندہ کے گھر پر بھی دودن قیام فرمایا تھا، اس دوران لندن میں جتنے بھی بیانات ہوئے اس میں حضرت والا کاذکر کسی نہ کسی بہانہ سے آہی جاتا تھا۔

## عقدنکاح

راندیر کی دوسری قدیم دینی درسگاہ جامعہ حسینیہ کے مہتمم اوراپنے وقت میں دار العلوم دیوبند کے مجلس شوری کے رکن وممبر حضرت مولانا اسماعیل ملا(موٹا) صاحب علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔

## گلشن سلیمانی سے وابستگی

سرزمین گجرات کے عظیم صوفی وبزرگ شاہ صوفی سلیمان صاحبؒ کا شہر سورت میں قائم کردہ مدرسہ ''مدرسہ اسلامیہ''، سورت صوفی باغ کی شاخ رامپورہ سورت میں وجود میں آئی تو وہاں درجۂ عالمیت بھی شروع ہوئے، پھرایک وہ وقت بھی آیا کہ درجۂ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا، بخاری شریف پڑھانے کے لئے مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت کے منتظمین کی نظرانتخاب حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ پرآ کررک گئی۔

## اولیت

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مدرسہ اسلامیہ، رامپورہ سورت، صوفی باغ کے سب سے اول شیخ الحدیث حضرت الاستاذؒ قرار پائے، اس طرح یہ اولیت حضرت کے حصہ میں آئی (از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے شیخ الحدیث بھی حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تھے، دارالعلوم دیوبند کے سب سے اول شیخ الحدیث کا نام بھی ''یعقوب،، تھا اور یہاں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت کے اولین شیخ الحدیث کا اسم گرامی بھی ''یعقوب،، اس سے ہم نیک فالی لیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے دارالعلوم دیوبند کو جیسی علمی اور روحانی ترقی عطا فرمائی ویسی ہی اس ادارے کو بھی عطا ہو) یہ بھی خدا تعالی کا عجیب نظام رہا کہ خاندان اشرف کا قائم کردہ دینی ادارہ ''دارالعلوم اشرفیہ،، کے سب سے اول شیخ الحدیث سرزمین لاجپور کے ایک عظیم سپوت ''حضرت مولانا سید رحمت اللہ صاحب لاجپوری،، مرحوم تھے، انہوں نے تقریباً پچاس سال تک دار العلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا، حضرت مولانا مرحوم راندیر کے قبرستان گورغریباں میں آرام فرمارہے ہیں۔

ادھر دیکھئے لاجپور کے ایک بزرگ اور جلیل القدر عالم حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ نے سورت ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی

بعد میں اس مدرسہ کی ایک شاخ چاندی والا خاندان کے ایک بڑے فعال اور متحرک اپنے کام کا دھنی اور دھنی شخص جناب سلیم بھائی چاندی والا نے خالص اہل سورت کے چندے اور مالی امداد سے سورت کے ایک علاقہ رامپورہ میں ایک شاندار اور دیدہ زیب عمارت اس مقصد کے لئے بنائی کہ یہاں پر عالمیت کے درجات شروع کئے جائیں اور پھر ایک وہ وقت بھی آپہنچا کہ درجۂ دورۂ حدیث بھی شروع ہوا۔

جب اس عظیم منصب کے لئے اس منصب کے موزوں ومناسب شخصیت کی تلاش شروع ہوئی تو آپ شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، اللہ تعالی کا نظام دیکھئے کہ راندیر کے خاندان اشرف کا قائم کردہ ادارہ دار العلوم اشرفیہ کے سب سے اول شیخ الحدیث لاجپور سے تعلق رکھنے والے مولانا رحمت اللہ نور اللہ مرقدہ تھے، اور ادھر سورت میں لاجپور سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ وصوفی شاہ سلیمان صاحب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہیں اس ادارے میں سب سے اول شیخ الحدیث کے لقب سے جو ملقب ہوتا ہے وہ راندیر کے خاندان اشرف سے تعلق رکھنے والے استاذ مکرم حضرت مولانا، مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیریؒ ہے۔

## ایک مہتمم ایسا بھی

طلباء اور اساتذہ سے مہتمم کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، مہتمم طلباء اور اساتذہ کی طرف سے شاکی ہوتا ہے اور طلباء واساتذہ مہتمم مدرسہ کی طرف سے الا ماشاء اللہ! مگر استاذ مرحوم کا معاملہ اس سے بالکل الگ تھا، آپ تقریباً ستائیس (۲۷) سال تک اس

منصب پر فائز رہے اس پورے دورانیہ میں تقریباً سبھی اساتذہ اور طلباء آپ سے خوش نظر آئے۔

عام طور پر مہتمم صاحبان سے طلبہ ڈرے سہمے رہتے ہیں، مگر حضرت مہتمم صاحب کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ طلباء کا جھرمٹ آپ کو گھیرے رہتا تھا، طلباء کو جو بات کہنی ہوتی وہ بلا تکلف حضرت مہتمم صاحب رحمہ اللہ سے کہہ دیتے تھے۔

## فرمائش

حضرت مہتمم صاحب سے طلباء اچھے کھانے اور اچھے مشروب کی درخواست کرتے تو حضرت مہتمم صاحب بخوشی قبول کرتے تھے، سال میں چند ایک مرتبہ مرغی کے گوشت کی بریانی (چکن بریانی) اور آئس کریم، نیز راندیر کا مشہور کوکو، اور تربوز کا جوس سے طلباء کی ضیافت فرماتے۔

## ایک واقعہ جس کا میں خود بھی گواہ رہا

بارش کے موسم میں دار العلوم اشرفیہ کے اندر کافی زیادہ پانی جمع ہو گیا تھا، دار الاقامۃ اور درسگاہیں آمنے سامنے تھیں، دونوں کے درمیان میں ایک راستہ پڑتا تھا اس کو کراس کر کے جانا پڑتا تھا، پانی چونکہ بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے مدرسہ میں تعلیم کی چھٹی کر دی گئی تھی، طلباء دار الاقامہ میں تھے، بہت سے طلباء کی یہ عادت تھی کہ وہ رات کو عشاء کی نماز سے پہلے یا عشاء کی نماز کے بعد راندیر اسٹیشن پر چائے پینے جاتے تھے، ایسی حالت میں وہ اسٹیشن پر جا کر چائے نہیں پی سکتے تھے، تو مہتمم صاحب کی طرف سے

باورچی خانہ کے ذمہ دار کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ چائے پکا کر سبھی بچوں کو پلائی جائے، ایسے حالات میں بھی طلباء کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ ان کی چائے تک کا ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

## میرے ساتھ ایک خاص سلوک

حضرت مہتمم صاحب کا ایک خاص سلوک اور احسان بندے پر رہا ہے اس کو میں زندگی بھر بھول نہیں سکتا، اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ بندہ عربی چہارم میں تھا، میرے والد کو گلے کا کینسر ہوگیا گھر میں بھائی بہنوں میں میں ہی سب سے بڑا تھا، والد صاحب کو سورت یتیم خانہ کے قریب ایک ہسپتال ( آنند ہسپتال ) میں رکھا گیا تھا، اسی ہسپتال میں والد صاحب کا آپریشن بھی ہوا مجموعی طور پر تقریباً دو ڈھائی مہینے وہاں رکنا پڑا تھا۔

اس پورے دورانیہ میں حضرت مہتمم صاحب نے مجھے مغرب اور عشاء کے بعد مطالعہ اور تکرار میں حاضری نہ دینے اور رات ہسپتال میں والد صاحب کے ساتھ گذارنے کی اجازت دے رکھی تھی، اگر یہ اجازت نہ ملتی تو شاید میں اپنی پڑھائی بیچ میں ہی چھوڑ دیتا۔

میں صبح سات بجے مدرسہ آتا اور گیارہ بجے جب چھٹی ہوتی تو فوراً ہسپتال کے لئے نکل جاتا، میرا گاؤں لاجپور سورت سے دور تھا بہ نسبت راندیر کے، اس لئے ایک دن حضرت مہتمم صاحب نے مجھے بلا کر کہا کہ لاجپور سے سورت دور پڑتا ہے راندیر اس کے مقابلے میں قریب ہے، ایسا کرو تم دوپہر اور شام کا کھانا اپنے ساتھ مدرسہ سے سے ہی لے جایا

کرو میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں،ساتھ مجھ سے پوچھا کہ ہسپتال میں والد صاحب کے ساتھ اور کون ہوتا ہے؟ میں نے کہا میری والدہ صاحبہ ہوتی ہے،تو فرمانے لگے کہ ان کے لئے بھی کھانا یہیں سے لے جایا کرو تا کہ تم کو ہوٹل سے یالا جپور سے کھانا نہ منگوانا پڑے،والد صاحب جب تک سورت آنند ہسپتال میں علاج کے لئے رکے رہے اس پورے دورانیہ میں دو وقت کا کھانا ساتھ لے جانے کی اجازت،رات کو ہسپتال میں رات گذارنے کی اجازت،دوپہر کا جو وقفہ ہوتا ہے اس میں ہسپتال جانے کی اجازت کی وجہ سے ہی میں اپنی پڑھائی پوری کر پایا۔

اللہ تبارک وتعالی حضرت مہتمم صاحبؒ کو اس شفقت ومحبت کا آخرت میں اپنی شایان شان بدلہ نصیب فرمائیں،آمین۔

## مزاج یعقوبی

دارالعلوم اشرفیہ کے اساتذہ کا جو عملہ (اسٹاف) ہے اس پر ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر استاذ گذشتہ کئی سالوں سے یہاں مدرس ہے۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کا مزاج و مذاق اساتذہ کو اندر باہر کرنے کا نہیں تھا کہ ہر سال یا ہر دو تین سال بعد اساتذہ کو رخصت کر دیا جیسا بعض مہتمم صاحبان کرتے رہتے ہیں،اس سے مدرسہ کی تعلیم میں پختگی نہیں آتی اور کوئی استاذ پھر بے فکر ہو کر ایسی جگہ پہ خدمت نہیں کر پاتا اسے ہر وقت اپنے نکالے جانے کا ڈر ستاتا رہتا ہے اور وہ بھی اپنے طور پر نئی جگہ ڈھونڈتا رہتا ہے۔

ایک خوبی حضرت مہتمم صاحب میں یہ بھی تھی کہ ان کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں مدرس یا فلاں ملازم میری برائی کرتا ہے، میرے خلاف باتیں کرتا ہے اس کے باوجود اس کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے، ملاقات ہونے پر اس سے اس طرح پیش آتے کہ اسے احساس بھی نہیں ہونے دیتے کہ مجھے تمہاری حرکتوں کا علم ہو چکا ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے لندن کی ایک مجلس میں سنا تھا کہ مہتمم ہوتو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسا جو سب کی کڑوی کسیلی سنتے تھے اور ہضم کر جاتے تھے، کوئی انتقامی کاروائی نہیں کرتے تھے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ کی بھی یہی عادت تھی، ورنہ آج کے عہدیداروں کا مزاج تو ڈکٹیٹر جیسا ہو گیا ہے، عیاں راچہ بیاں۔

حضرت مہتمم صاحب کا مزاج اساتذہ کو دارالعلوم سے بلا وجہ اور معمولی معمولی باتوں پر فارغ کرنے کا نہیں تھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر کوئی استاذ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے دارالعلوم اشرفیہ کی تدریس سے الگ ہوئے بھی تو انہیں بھی دارالعلوم سے الگ ہوتے وقت خود سے یہ کہا کہ اگر دوبارہ تدریس کا مشغلہ شروع کرنا چاہو تو دارالعلوم اشرفیہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں تم یہاں آسکتے ہو اور تدریس شروع کر سکتے ہو، اس کی دو مثالیں۔

(۱) دارالعلوم اشرفیہ میں درجۂ تجوید کے ایک استاذ تھے جن سے میں نے بھی

پڑھاہےانہوں نے ماشاءاللہ ایک لمبا عرصہ دارالعلوم اشرفیہ میں تدریس میں گذارا ہے وہ جب بوجوہ دارالعلوم اشرفیہ سے الگ ہورہے تھے تو اس وقت حضرت مہتمم صاحب نے ان سے فرمایا کہ اگر دوبارہ تدریس کا جی کرے تو دارالعلوم اشرفیہ کے دروازے آپ کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔

(۲) حضرت مہتمم صاحب کے ہم سبق رہے حضرت مولانا عباس صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ میں بطور مدرس میرا تقرر ہوگیا، میں نے سات سال تک دارالعلوم اشرفیہ میں پڑھایا سات سال کی تدریس کے بعد اللہ تعالی نے میرے لئے جنوبی افریقہ آنا مقدر فرمایا مولانا یعقوب صاحب نے مجھے بہت انبساط اور بشاشت کے ساتھ دارالعلوم سے رخصت کی اجازت دی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کسی وجہ سے اگر افریقہ میں طبیعت نہ لگے تو میں آپ کو ایک سال کی رخصت دیتا ہوں ایک سال کے بعد آپ یہاں آنا چاہے تو دارالعلوم اشرفیہ کا دروازہ آپ کے لئے کھلا ہے، حضرت مولانا عباس صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں نایاب نہیں تو یقیناً کمیاب ہے کہ اپنے ایک ساتھی کو مدرسہ سے ایک سال کی رخصت دینا یہ ان کی نوجوانی کا زمانہ تھا پھر بھی ایسی وسعت ظرفی۔

حضرت مہتمم صاحب نے ایسا کیا بھی ہے، دارالعلوم اشرفیہ کے ایک استاذ تدریس چھوڑ کر بیرون ملک مقیم ہوگئے، وہاں ان کا دل نہیں لگا تو دوبارہ انڈیا کا رخ کیا اور پھر دوبارہ دارالعلوم اشرفیہ میں تدریس کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت مہتمم صاحب

نے ان کو دوبارہ تدریس کے لئے رکھ لیا۔

## ایک مرتبہ جو یہاں آ گیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا

دار العلوم اشرفیہ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اس ادارے میں جو بھی مدرس بن کر آیا پھر وہ یہیں کا ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے چلا گیا، اس کی چند مثالیں۔

(۱) حضرت مولانا رجب صاحب ترکیسری رحمہ اللہ دار العلوم اشرفیہ کی تاریخ میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے درجۂ عالمیت کا پورا نصاب اور پورا کورس شروع سے لیکر اخیر تک دار العلوم اشرفیہ میں پڑھا اور پھر فراغت کے بعد تدریسی خدمت بھی اسی ادارے میں شروع کی اور تادم حیات اپنی مادر علمی سے وابستہ رہے حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے بھی حضرتؒ سے پڑھا تھا۔

(۲) دار العلوم اشرفیہ کے سابق شیخ الحدیث برکۃ العصر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ جو شیخ اجمیری کے لقب سے مشہور تھے آپ اشرفیہ میں بطور مدرس تشریف لائے اور پھر تا حیات اشرفیہ ہی میں مدرس رہے۔

(۳) حضرت مولانا حکیم ابو الشفاءؒ بھی دار العلوم اشرفیہ میں مدرس بن کر تشریف لائے اور تا حیات دار العلوم اشرفیہ میں درس وتدریس میں گذار دی۔

(۴) حضرت مولانا سید محی الدین صاحبؒ جو کہ قاضی ماما کے لقب سے مشہور تھے آپ نے بھی اپنا درس وتدریس کا تعلق تا حیات دار العلوم اشرفیہ سے قائم رکھا (یہ ائمۂ ثلاثہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے استاذ تھے)

## اندازِ تدریس

حضرت مہتمم صاحب کا سبق پڑھانے کا انداز ایسا پیارا تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سبق کو سمجھ لیتا تھا، اس کی بطور خاص دو وجہیں تھیں (۱) سبق پڑھاتے وقت بالکل آسان اردو استعمال فرماتے تھے۔

(۲) اسلاف اور بزرگوں کے واقعات بہت یاد تھے اور وہ اس کا استعمال دوران سبق حسب ضرورت وحسب موقعہ کرتے تھے جس سے طلباء کو سبق سمجھنے اور استاذ مرحوم کی بات کو سمجھانے میں مدد ملتی تھی۔

## اندازخطابت

ہر شخص کی الگ زبان اور ایک الگ طرز ادا ہوتا ہے کوئی واعظ خوش بیان ہوتا ہے جس کے چٹکلوں اور لطیفوں اور مسجع ومقفع عبارتوں سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں اور گھنٹوں ان کی تقریر سنتے ہیں، کوئی شعلہ بیان خطیب ہوتا ہے جس کی تقریر سے آگ برسنے لگتی ہے اور ہنستے ہوئے لوگ رونے لگتے ہیں۔

استاذ مرحوم نہ شعلہ بیان خطیب تھے نہ خوش گلو واعظ وہ ان ساری صفات سے خالی تھے ان کی ایک الگ زبان تھی اور ایک الگ طرز ادا انہوں نے کبھی اس کا خیال نہیں کیا کہ سامعین پر کیا اثر پڑے گا، حضرت الاستاذ کی زبان کے الفاظ اگر چہ عصر جدید کے الفاظ وتعبیرات سے میل نہیں کھاتے تھے لیکن سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتے اور گھر کر جاتے اور بالکل اس کے مصداق تھے کہ ۔

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

آپ تقریر میں تدریس کے لئے جیسی اردو کا استعمال کرتے تھے اس سے بھی آسان اردو تقریر کے اندر استعمال فرماتے تھے کیونکہ تقریر کا مقصد لوگوں کو خاص کر عوام کو دین کی باتیں سمجھانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی علمی قابلیت کا مظاہرہ کرنا (پرچار کرنا) آپ کی تقریر کا سمجھنا ہر ایک کے لئے بہت آسان ہوتا تھا۔

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقریر اور بیان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخاطبین خطیب کی بات سمجھ جائیں

قرآن کریم میں سورۂ طہ پارہ نمبر سولہ رکوع نمبر دو میں ہے حضرت موسی علیہ السلام اللہ تعالی سے التجا کر رہے ہیں کہ

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی

ان میں ایک چیز اللہ تبارک وتعالی سے یہ طلب کی گئی ہے کہ میری زبان کی گرہ کو کھولدے، کیوں؟ تاکہ وہ یعنی فرعون میری بات کو سمجھ سکے۔

معلوم ہوا کہ تقریر کا انداز اور طرز تکلم ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں مخاطبین اور سامعین کی پوری رعایت ہو، بات اس طرح ان کے سامنے رکھی جائے کہ وہ اس کو سمجھ سکے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مقرر اپنے سامعین کے سامنے اس طرح تقریر کرتا ہے کہ مقرر کی بات سامعین کی سمجھ ہی میں نہ آرہی ہوتی ہے عام زبان میں کہہ لے کے ان کے سر کے اوپر سے جارہی ہوتی ہے تو یہ مقرر کی سامعین سے محبت نہ ہونے کی علامت ہے اگر اس کو سامعین سے محبت ہوتی تو وہ اس انداز سے بیان کرتا کہ وہ بات کو سمجھ لیتے۔

ایک واقعہ۔حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھروی (حاجی فاروق صاحب) رحمہ اللہ کے خطبات میں ہے، حضرت تھانویؒ کا دنیا سے جانے کا وقت قریب تھا حضرت سے تعلق رکھنے والے چند لوگ جو تھانہ بھون کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے حاضر خدمت ہوئے اور حضرت تھانویؒ سے درخواست کی کہ حضرت! آخری وقت میں آپ ہمیں کوئی ایسی نصیحت کر دیجئے کہ ہم اسے پلو باندھ لیں اور وہ ہمیں زندگی بھر کام دے۔

حضرت تھانویؒ نے ان کی خواہش کا احترام فرمایا اور اپنے علمی معیار کے مطابق نہیں بلکہ مخاطبین کی رعایت کرتے ہوئے یوں کہہ لیجئے کہ ان کی زبان ہی میں انہیں تین نصیحتیں کیں، فرمایا کہ:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا مطلوب ہو چاہے گھر میں رضائی نہ ہو

(۲) یکسوئی مطلوب ہو چاہے گھر میں سوئی نہ ہو

(۳) خودرائی رائے کے دانہ کے برابر بھی نہ ہو

حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا انداز بیاں بھی ایسا ہی تھا آپ سامعین کی رعایت کرتے ہوئے خطابت کرتے تھے، حضرت کی کوشش یہ ہوتی تھی۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
بس کوشش یہی ہے کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

## خطیب الامت کی کتب کا انتظار رہتا ہے

حضرتؒ کا کچھ عرصہ قبل برطانیہ کا سفر ہوا تھا، دوران سفر ایک دن فرمانے لگے کہ عبدالسلام! مولانا ابراراحمد صاحب دھلویؒ کی کوئی نئی کتاب بہت عرصہ سے نہیں آئی، کب آئے گی؟

اس پر میں نے کہا کہ حضرت! بچے جب چھوٹے تھے تو کافی کام ہوجاتا تھا اب جیسے جیسے بچے بڑے ہورہے ہیں ویسے ہی مشغولیت بھی بڑھتی جارہی ہے، بس یہی وجہ ہے۔

فرمایا کہ وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا کام کرتے رہو، مولانا ابراراحمد صاحب کے بیانات میں علمی باتیں ہوتی ہیں، علمی نکات ہوتے ہیں اس لئے پڑھنے میں خوب جی لگتا ہے۔

## ’’توفیق باری،، سے ’’توفیق الباری،، مل گئی ہے

برطانیہ کے سفر میں حضرت لندن کے ہوائی اڈے پر اترے وہاں سے سیدھے گلوسٹر پہنچے، میں نے حضرت الاستاذ کو فون کیا پہلی مرتبہ کی بات چیت ہی میں حضرت

الاستاذ کہنے لگے کہ میں تیرے فون ہی کا انتظار کر رہا تھا، پھر فرمایا کہ تیرے لئے ہندوستان سے ایک کام لے کر آیا ہوں جو تجھے کرنا ہے، میں نے کہا کہ حضرت! آپ حکم فرمائیں بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے بلکہ اس کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے پاکستان سے ایک عمدہ کتاب چھپ کر آئی ہے وہ انڈیا میں نہیں مل رہی ہو سکتا ہے یہاں مل جائے۔

میں نے کتاب کا نام پوچھا بتایا کہ ''توفیق الباری،، اس میں بخاری شریف کی پانچ چھ اہم شروحات کا خلاصہ اور نچوڑ پیش کیا گیا ہے، میں نے برطانیہ کے مختلف کتاب گھروں میں فون کیا مگر یہ کتاب کسی کتب خانہ میں موجود نہیں تھی۔

وہ کتاب میں نے پاکستان سے منگوا کر حضرت کو پوسٹ کر دی، کتاب حضرت الاستاذ کے ہاتوں میں پہنچے اس سے پہلے میرا ہندوستان جانا ہوا، حضرت نے پوچھا بھائی وہ کتاب ملی؟

میں نے حضرت سے ہنستے ہوئے کہا کہ حضرت! '' توفیق باری ،، سے '' توفیق الباری ،، مل گئی ہے ان شاء اللہ بہت جلد آپ تک پہنچ جائے گی، میری یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔

# پل

دارالعلوم اشرفیہ میں بارش کے موسم میں پانی بھر جاتا تھا، دارالاقامۃ اور درسگاہ کے درمیان ایک راستہ تھا اسے عبور کرکے جانا ہوتا تھا، پانی بھر جانے کی وجہ سے بعض مرتبہ طلباء کی پڑھائی نہ ہو پاتی تھی، تعلیم کا سلسلہ موقوف رکھنا پڑتا تھا۔

حضرت مہتمم صاحب کے حساس دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس طرح طلباء کے اسباق کا ناغہ ہو اس سے نمٹنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب نے یہ کیا کہ دارالاقامۃ اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنادیا اس طرح پل بنادینے سے تین فائدے ہوگئے۔

پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ آئندہ کبھی بارش کے موسم میں ایسی صورت حال جس کا میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں پیش آجائے تو طلباء کی تعلیم کا حرج نہ ہو اسباق کا ناغہ نہ ہو کہ طلباء ایسی صورت میں دارالاقامۃ سے اوپر ہی اوپر سے پل سے گذر کر سیدھے اپنی اپنی درسگاہ میں پہنچ جائے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ عام دنوں میں بھی پل کے راستہ سے اوپر ہی اوپر سے نیچے آئے بغیر اپنے کمرہ سے نکل کر سیدھے اپنی اپنی درسگاہ میں پہنچ جائے۔

تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ بارش کے موسم میں بارش سے بچنے کے لئے دارالاقامۃ سے درسگاہ تک پہنچنے کے لئے چھاتے کا استعمال نہ کرنا پڑے کمرے سے نکل کر سیدھے پل کے واسطہ سے درسگاہ پہنچ جائے۔

طلباء کے لئے پل بناکر حضرت مہتمم صاحب نے طلباء کے لئے اپنے کمرہ سے نکل

کر درسگاہ تک پہنچنا آسان کر دیا اب وہ بغیر کسی مشقت کے پل سے آسانی سے گذر کر درسگاہ تک پہنچ جائے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمان کو جنت میں پہنچنے کے لئے پل صراط سے گذرنا پڑے گا اور لوگ مختلف طریقہ سے پل صراط سے گذریں گے اپنے اپنے اعمال کے بقدر تو اللہ تعالی کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اس عمل (پل) کے طفیل میں حضرت مہتمم صاحب کے لئے پل صراط سے عبور کو آسان فرمادیں گے جس طرح انہوں نے طلباء کے لئے آسانی کر دی۔

## نورانی قاعدہ پڑھنے والا با قاعدہ نورانی بن جاتا تھا

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی کے یہاں ہر طالب کو چاہے وہ کسی مدرسہ کا شیخ الحدیث ہو یا مہتمم یا کوئی اور منصب پر فائز ہو اسے نورانی قاعدہ پڑھنا پڑتا تھا (میں کہا کرتا ہوں کہ نورانی قاعدہ پڑھنے ہی سے حضرت ہردوئی طالبین کے قلب و روح کو آدھا نورانی بنا دیتے تھے کیونکہ شیخ الحدیث اور کسی بڑے ادارے کے مہتمم کے لئے اس منصب پر ہوتے ہوئے نورانی قاعدہ پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، اس کے لئے نفس کو خوب مارنا پڑتا ہے، نفس پر آرے چلانے پڑتے ہیں، جب وہ ایسا کر گذرتا ہے تو سمجھو آدھا دل تو نورانی ویسے ہو گیا اور آگے ہے ’’قاعدہ،، اب یہاں کے قواعد اور قاعدے کے مطابق وقت گذارے گا تو ’’با قاعدہ نورانی،، ہو جائے گا، اب اس کی ذات سے اللہ تعالی لوگوں کو فائدہ پہنچائیں گے، حضرت مہتمم صاحبؒ نے بھی ہردوئی کے قیام میں وہاں کی ہر قیود وشرائط کا لحاظ کیا۔

## اصلاح

حضرت مہتمم صاحب نے بھی وہاں نورانی قاعدہ پڑھا اور اتنا ہی نہیں میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ وہ اور حضرت مہتمم صاحب ہردوئی میں حضرت والا ہردوئی کے یہاں ساتھ تھے، حضرت مہتمم صاحب اور طالبین کی طرح زمین پر لیٹے ہوئے تھے میں نے حضرت مہتمم صاحب کو تکیہ پیش کیا کہ حضرت! میرا تکیہ بھی آپ استعمال کرلے آپ کے پاس جو تکیہ ہے وہ آپ کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا، اس پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ بھائی! ہم دونوں اپنی اصلاح کی غرض سے یہاں حاضر ہوئے ہیں لہذا تم تکلف سے کام نہ لومیں یہاں پر یہاں کے قواعد کے مطابق ہی رہوں گا، اسے کہتے ہیں حقیقی طلب۔

## ملفوظات

## یہ بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے

فرمایا کہ: حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ ایک آدمی کو میرے پیچھے لگادیا ہے جو میری برائیاں اور کمیاں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کی نعمت اس طرح ہے کہ سبھی لوگ اگر آدمی کے معتقد ہو اوراس کے چاہنے اور ماننے والے ہوتو آدمی میں بےفکری پیدا ہوجاتی ہے اور کوئی ایسا کرم فرما بھی ہوتو آدمی چوکنا رہتا ہے اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے بایں معنی یہ اللہ

تعالیٰ کی نعمت ہے۔

## موجودہ دور کی ایک عام بیماری

فرمایا کہ: آج جسے دیکھو وہ یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ مجھ پر کسی نے کچھ باہر کا (جادو) کر دیا ہے اکثر یہ وہم اور آدمی کا اپنا قائم کردہ غلط گمان ہوتا ہے، پھر جب ایک مرتبہ یہ سوچ بن جاتی ہے اب وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے ہر واقعہ اور ہر بات کو اسی نظریہ اور اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے اور پھر عاملوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے، نتیجۃً اس میں وقت، پیسہ اور بعض مرتبہ ایمان بھی برباد کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میرے پاس راندیر میں ایک غریب بوڑھی خاتون آئی تھی بالکل ان پڑھ آکر کہنے لگی کہ مجھ پر کسی نے کچھ کر دیا ہے (جادو)
میں نے اس سے کہا کہ آپ پر کسی نے کچھ نہیں کیا ہے تم نے اپنے طور پر ایسا خیال قائم کر لیا ہے، پھر فرمایا کہ میں نے سوچا کہ یہ نہ جوان ہے، نہ خوبصوت ہے اور نہ مالدار ہے، اور نہ پڑھی لکھی ہے اب اس پر کوئی جادو وغیرہ کیوں کرے گا آدمی اگر ایسی غلط حرکت کرتا ہے تو اکثر اس کا سبب حسد ہوتا ہے اب اس کے پاس تو ایسی کوئی چیز تھی ہی نہیں جس پر حسد کیا جائے، فرمایا کہ آج یہ وبا بہت عام ہوگئی ہے اور اس میں صرف ناخواندہ لوگ ہی نہیں پڑھے لکھے دین کا علم رکھنے والے اور بہت سے سند یافتہ علماء بھی اس وبا کا شکار ہو گئے ہیں۔

## حضرت مولانا ابوالوفاءؒ کا دوران خطابت ایک معمول

فرمایا کہ: حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوریؒ بڑے مقرر تھے، دوران بیان جب حضور ﷺ کا ذکر آتا تو ''سیدالاولین والاخرین،، سے حضرت کو یاد کرتے، نیز فرمایا کہ ان کو پوری ابن ماجہ شریف زبانی یاد تھی۔

## چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی

فرمایا کہ: حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کو کوئی یہ کہتا کہ حضرت فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے، تو حضرت کو ذرا مشکل لگتا اور پھر اسی صفحہ کے متعلق حضرت سے یہ کہا جاتا کہ اس صفحہ کو سمجھانا ہے تو یہ کام حضرت کو بہت آسان لگتا۔

یہی حالت حضرت استاذ مرحوم کی بھی تھی، استاذ مرحوم فرماتے تھے کہ میرا بھی یہی حال ہے اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ فلاں کتاب کا ایک صفحہ زبانی یاد کرنا ہے تو مجھے ذرا مشکل لگتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ فلاں صفحہ کو سمجھانا ہے تو یہ عمل بہت آسان معلوم ہوتا ہے پھر فرماتے کہ چلو شیخ جلال آبادی سے مطابقت ہوگئی۔

## مولانا عبیداللہ سندھی کو سیاسی سوجھ بوجھ خوب تھی

فرمایا کہ: حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ کو اللہ تعالی نے سیاسی سوجھ بوجھ خوب دی تھی اگر ان کو ایک بڑا ملک چلانے کے لئے دیدیا جاتا تو ان میں یہ استعداد تھی کہ وہ اس کو چلا سکتے تھے۔

## مولانا عبیداللہ سندھی راندیر بھی تشریف لائے تھے

فرمایا کہ مولانا سندھیؒ کبھی پلنگ پر نہیں سوتے تھے، حضرت مولانا ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے جلسہ میں تشریف لائے تھے۔

## سنگ بنیاد

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ کی سنگ بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ مہاجر مکی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے مشورے سے ہمارے جد امجد حضرت الحاج اسماعیل محمد اشرف صاحب راندیریؒ نے حضرت مولانا برکت اللہ صاحب سورتیؒ کے دست مبارک سے ۱۲۸۶ھ میں رکھوائی تھی۔

## دارالعلوم اشرفیہ کے سب سے پہلے مدرس..........

مدرسہ کے سب سے اول مدرس حضرت مولانا برکت اللہ صاحب سورتیؒ تلمیذ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ اور مولانا محمد عیسی صاحب گودھرویؒ شاگرد رشید مولانا مفتی صدر الدینؒ یہ مقرر ہوئے، اس کے بعد دن بدن یہ ادارہ الحمد للہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

## یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر

فرمایا کہ: میں اپنے دور اہتمام کے ابتدائی سالوں میں اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا، رات کو سویا تو خواب میں دادا جان (حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ) تشریف لائے اور فرمایا کہ یعقوب! پیسوں کی فکر مت کر

یہ کہہ کر مجھے پیسوں کا تھیلی دی اور فرمایا کہ اس میں سے خرچ کر اس کے بعد سے آج تک الحمدللہ کبھی بھی میں نے پیسوں کے بارے میں سوچا نہیں (یعنی اس سلسلہ میں پریشانی نہیں ہوئی) مدرسہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے چلا رہا ہے۔

## دارالعلوم اشرفیہ کو چندے کی ضرورت کیوں پڑی؟

فرمایا کہ: ۱۹۶۳؁۔۱۹۶۴ء میں برما میں برما کے مسلمانوں پر بڑے سخت حالات آئے اس وقت وہاں راندیر، بربودن، ہتھوڑا، وریاو وغیرہ کے لوگ موجود تھے حالات یہ ہو گئے کہ بڑے بڑے مالدار غریب ہو گئے، کتنوں کو قید خانہ میں بند کر دیا اور کتنے لوگ قید خانہ ہی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، مسلمانوں کی ملکیت پر حکومت نے قبضہ کر لیا دارالعلوم اشرفیہ کی برما میں کافی زیادہ ملکیت تھی وہیں سے دارالعلوم اشرفیہ کے خرچ کے لئے رقم آتی تھی، اس سے دارالعلوم اشرفیہ کے اخراجات پورے ہو جاتے تھے، چندہ نہیں کرنا پڑتا تھا لیکن اس ناخوشگوار حالات کے بعد مدرسہ کے اخراجات سے نمٹنے اس کو پورا کرنے کے لئے چندہ کا سلسلہ شروع کرنا پڑا۔

## اشرفیہ اسی سال تک کرایہ پر چلا ہے

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ یہ اسی (۸۰) سال تک کرایہ پر چلا ہے۔

## دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد

دارالعلوم اشرفیہ میں فی الحال جو مسجد ہے وہ حضرت مہتمم صاحبؒ کے دور اہتمام میں بنی ہے، اس مسجد کے جو منارے ہیں اس کے متعلق حضرت مہتمم صاحب

مرحوم فرماتے تھے کہ احد پہاڑ کے قریب ایک مسجد ہے اس مسجد کے منارے اور دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد کے منار یکساں ہے، حضور ﷺ پر جہاں پہلی وحی نازل ہوئی غار حرا میں وہاں ایک مسجد ہے اس کے منار اور دارالعلوم اشرفیہ کی مسجد کے منار بھی یکساں ہے۔

## وہاں پہلی وحی اتری تھی یہاں وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے

پھر فرمایا کہ جیسے وہاں پہلی وحی اتری تھی ایسے ہی اشرفیہ میں بھی وحی کا علم پڑھایا جاتا ہے۔

## رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے

ایک مرتبہ بندے نے حضرت مہتمم صاحب کو لاچپور جامع مسجد میں جمعہ سے پہلے تقریر کی دعوت پیش کی، ساتھ ہی یہ بات بھی کہی کہ حضرت! نہ میرے پاس کار ہے اور نہ میں اپنے طور پر موٹر کار کا انتظام کرسکتا ہوں کہ آپ کو اس میں لینے کے لئے آؤں، دعوت قبول کرنے کی شکل میں میرے دوست کے پاس رکشہ ہے وہ لے کر آپ کو راندیر لینے، چھوڑنے آؤں گا۔

حضرت نے میری دعوت کو شرف قبولیت بخشا، اور فرمایا کہ رکشہ بھی تو سواری کا ہی ایک سادھن ہے پھر فرمایا کہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کو کوئی بیان کرنے یا اپنی کسی ضرورت سے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا اور کہتا کہ حضرت! میں غریب آدمی ہوں میرے پاس تو آپ کے لے جانے اور واپسی میں چھوڑنے کے لئے صرف سائیکل ہے میں آپ کو اس پر بٹھا کر لے جاؤں گا، تو حضرت اس کی دعوت کو بخوشی قبول

فرما کر اس کے ساتھ سائیکل پر سوار ہو جاتے۔

## وقفہ کی حکمت

حضرت الاستاذ لاجپور تشریف لائے، بیان کیا اس میں ایک بات یہ بیان فرمائی کہ جمعہ کی نماز سے پہلے جو بیان ہوتا ہے تو بیان کے ختم پر بیان اور خطبہ کے درمیان کم از کم آٹھ دس منٹ کا فاصلہ ہونا چاہئے تا کہ جو لوگ دوران بیان مسجد میں آئے وہ بیان میں شرکت کر سکے اسے مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ سنت مئوکدہ پڑھنے کی فکر نہ رہے وہ سکون سے بیان سن سکے۔

ہمارے یہاں اکثر مساجد میں یعنی برطانیہ اور ہند و پاک وغیرہ ممالک میں اب تقریباً یہی معمول ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے بیس منٹ، آدھ گھنٹہ بیان ہوتا ہے اور ختم بیان کے بعد جمعہ کی پہلی اذان ہوتی ہے اس کے بعد آٹھ دس منٹ جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت مئوکدہ پڑھنے کے لئے فارغ رکھے ہوئے ہیں، وقت فارغ رکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ جب بیان چل رہا ہو اس وقت صرف بیان سنے اور بیان کے ختم پر نماز وغیرہ اعمال میں مشغول ہو۔

## جب اجتماعی عمل ہو رہا ہو اس وقت انفرادی عمل کو.............

یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جمعہ سے پہلے خطیب جو خطاب کرتا ہے وہ بھی دین کا ہی حصہ ہے، دینی کام ہے، بیان اجتماعی عمل ہے اور سنت پڑھنا یا قرآن کریم ایسے وقت میں پڑھنا یہ انفرادی عمل ہے اور فقہاء لکھتے ہیں کہ جب کوئی اجتماعی عمل

ہور ہا ہو اس وقت اپنا انفرادی عمل چھوڑ دینا چاہئے اور پہلے سے انفرادی عمل میں مشغول تھا تو اس کو چھوڑ کر یا جلدی سے ختم کر کے اجتماعی عمل میں شریک ہو جائیں۔

## اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں

فرمایا کہ: جس شخص کا انتقال جمعہ کے دن ہوتا ہے اس کو قبر میں حضور ﷺ کا دیدار نہیں ہوگا اس لئے کہ جمعہ کے دن مرنے والے سے سوال وجواب نہیں ہوتے ہیں اب یہ محبت کی بات ہے کہ کوئی جمعہ کے علاوہ مرنا پسند کریں، پھر فرمایا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ اور حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (شیخ اجمیری) کا انتقال جمعہ کے دن ہوا تھا، نیز فرمایا کہ حضور ﷺ کی پیدائش اور انتقال دونوں پیر کے دن ہوئے ہیں، میرے دادا جان (فخر گجرات حضرت مولانا مفتی احمد اشرف راندیری رحمہ اللہ) کی پیدائش اور انتقال دونوں پیر کے دن ہوئے تھے۔

## حدیث کی کتابوں کے اکثر مصنفین یا تو شوافع المسلک ........

فرمایا کہ: اکثر حدیث شریف کی کتابوں کے مصنف یہ یا تو شوافع المسلک ہے یا حنابلہ ہیں یا پھر مجتہد مطلق ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمہ اللہ یہ محدث تھے۔

## فقہ کی کتابوں کے مصنفین زیادہ تر احناف ہیں کیونکہ........

اور جو کتابیں فقہ کے موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کتابوں کے اکثر مصنفین احناف ہیں اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کا زیادہ مشغلہ فقہ کا تھا۔

## مسیح الامت کا ایک خاص اعزاز

فرمایا کہ: میرے شیخ حضرت جلال آبادی فرماتے تھے کہ اکثر و بیشتر بزرگوں کو جو لقب ملے ہیں وہ ان کے شاگردوں کی طرف سے ملے ہیں لیکن مجھے جو مسیح الامت کا لقب ملا ہے یہ میرے استاذ کی طرف سے ملا ہے (یقیناً یہ فخر کی بات ہے)

## آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟

فرمایا کہ: حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ دیوبند سے سورت تشریف لائے تھے، ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے حضرت خضر سے ملاقات کی ہے؟

اس پر حضرت مفتی محمود صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ جی ہاں! حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کے لڑکے حضرت خضر سے میری ملاقات ہوئی ہے۔

## قیامت وہبی نہیں کسبی ہے

فرمایا کہ: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ملفوظ ہے کہ قیامت وہبی نہیں ہے یعنی ایک دم قیامت نہیں آئے گی بلکہ قیامت کسبی ہے یعنی لوگ ایسے ایسے اعمال کریں گے کہ ان کے اعمال قیامت کو دعوت دیں گے۔

## اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے

فرمایا کہ: میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالغنی کاویؒ سے پوچھا تھا کہ حضرت! طلباء کو الیکٹرک کام سکھانا کیسا ہے؟

حضرت نے فرمایا تھا کہ طلباء کے لئے یہ کام اچھا معلوم نہیں ہوتا، وجہ یہ ہے کہ طالب علم ادھر سے ادھر سیڑھی لیکر دوڑے سیڑھی پر چڑھے اس سے کچھ mistake ہو جائے اور لوگ انہیں گالیاں دیں۔

## ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہئے

فرمایا کہ: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا ملفوظ ہے ذاکر کو ہمیشہ تر و تازہ رہنا چاہئے اس کا نسخہ یہ ہے کہ خالص گھی اور کالی مری دونوں ساتھ کھاؤ کیونکہ حد سے زیادہ ذکر کرنے سے دماغ خشک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ آوٹ ہو جاتا ہے تو گھی اور مری کھانے سے دماغ تازہ رہتا ہے۔

## دارالعلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز

فرمایا کہ: دارالعلوم اشرفیہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے کہ اس نے شروع ہی سے لوگوں کو دین سے وابستہ اور بدعات سے دور رکھنے کے لئے تعلیمات قرآنی کو عام کرنے کے لئے گاؤں، گاؤں دیہات، دیہات مکاتب کا جال بچھایا اس وقت یہ سلسلہ کہیں شروع نہیں ہوا تھا۔

حضرت مولانا احمد اشرف راندیریؒ نے ۱۹۲۸ء سے اس سلسلہ کا آغاز کیا حضرت کے زمانہ میں قرب و جوار میں حضرت ہی کی سرپرستی میں سو ڈیڑھ سو مکاتب چلتے تھے جن میں سے بعض اب بھی چل رہے ہیں پھر جب مقامی لوگوں میں دینی بیداری آئی تو انہوں نے از خود ذمہ داری اپنے سر لی اور اب یہ سلسلہ بفضل اللہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

## یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں

فرمایا کہ: حضرت مولانا غلام محمد صادق صاحب راندیریؒ نے گجراتی زبان میں کتابوں کی اشاعت کے عمل کو شروع کیا تھا، یہ کتابیں ہزاروں بندگان خدا کے بدعات سے بچنے کا ذریعہ بنیں۔

اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحب صادقؒ نے سب سے پہلے گجراتی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کی پاکستان میں آپ کے اسی گجراتی ترجمہ وتفسیر کو پڑھ کر خواجہ برادری نے اپنے عقائد کو درست کیا تھا۔

## شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو

فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ سے سنا فرمایا کہ شیخ کا چہرہ دیکھنا اور وہ بھی بے وضو؟ میں نے اپنے شیخ کی زیارت کبھی بے وضو نہیں کی حضرت مہتمم صاحبؒ کے صاحبزادے مفتی احمد اشرف سلمہ نے بتایا کہ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے میرے شیخ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ کی کبھی بغیر وضو ملاقات تو کیا زیارت بھی نہیں کی۔

## تعلق

ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ حضرت والا ہردوئیؒ سے شیخ اور مرشد ہونے کی نسبت اس قدر دلی تعلق اور محبت ہے کہ میں اگر اپنے جسم کو کاٹوں تو خون کے ایک ایک قطرے سے ''ابرار الحق، ابرار الحق،، لکھا ہوا نکلے گا۔

## اس سے طلباء کوبھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے

فرمایا کہ: میں دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں مہمان خصوصی کے طور پر جس شخصیت کو مدعو کرتا ہوں تو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ کسی بزرگ سے وابستہ ہے یا نہیں، میں اس نسبت پر مدعو نہیں کرتا کہ وہ بڑا خطیب ومقرر ہے، اس کا بڑا چرچہ اور بڑی شہرت ہے بلکہ میرے پیش نظر اس کا اللہ والوں سے وابستہ ہونا ہے، اس سے طلباء کو بھی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

## ترقی

حضرت مہتمم صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار العلوم اشرفیہ نے ظاہری اور باطنی طور پر جو تعلیمی و تعمیری ترقی کی اس پر ایک نظر۔

حضرت مولانا مفتی احمد اشرفؒ کے دور اہتمام میں طلباء کی کل تعداد ڈھائی سو سے تین سو کے قریب ہوا کرتی تھیں، حضرت مہتمم صاحب مرحوم کا آخری دور اہتمام یعنی اخیر کے چند سالوں میں یہ تعداد بڑھ کر ساڑھے چار سو سے پانچسوں کے درمیان ہوگئی تھی، فی الحال دار العلوم اشرفیہ میں تقریباً چار سو ستر (۴۷۰) طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں دار الاقامۃ کے سولہ (۱۶) کمرے تھے، حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے اپنے دور اہتمام میں اس کو بڑھا کر اس کی تعداد دوگنی کردی۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں درسگاہ کی عمارت دو منزلہ تھیں، حضرت مہتمم صاحب نے اپنے دور اہتمام میں درسگاہ کی بلڈنگ تین منزلہ کردی۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحبؒ کے دور اہتمام میں کیچن الگ سے نہیں تھا، حضرت مہتمم صاحب نے اپنے دور اہتمام میں دارالعلوم میں کیچن الگ سے بنوایا۔

دارالعلوم اشرفیہ کی خوبصورت اور دیدہ زیب مسجد کی تعمیر حضرت استاذ مرحوم نے کروائی۔

حضرت الاستاذؒ نے بورڈنگ اور درسگاہ کے درمیان ایک پل بنوایا جو اب دار الاقامۃ کو سیدھا درسگاہوں سے جوڑ دیتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ طلباء کو سیڑھیاں اتر کر نیچے نہیں آنا پڑتا اوپر ہی سے سیدھے درسگاہ کی بلڈنگ میں پہنچ جاتے ہیں اور بارش کے موسم میں تو اس کا فائدہ دوگنا ہو جاتا ہے جس کی کچھ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ کے دور اہتمام میں دارالعلوم اشرفیہ میں باقاعدہ دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

## احترام

حضرت مہتمم صاحب مرحوم مشائخ کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے، باوجود بھاری بدن ہونے کے بھی چہار زانو نہیں بیٹھتے تھے، کبھی کبھی تو آپ کو دیکھا گیا کہ تین تین گھنٹے آپ دوزانو بیٹھے رہے۔

## ادب

ایک مرتبہ حضرت فرمانے لگے کہ میرے ساتھ میرے اکابر ومشائخ جو محبت کا معاملہ فرماتے ہیں اور دعاؤں سے نوازتے ہیں وہ میرے ادب کی وجہ سے ہیں۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

چھوڑ کر ہمیں چل دیئے
سنی جس نے بھی خبر رو دیئے
کام دین کے عمر بھر کئے
دین کے خاطر مرے دین کے خاطر جئے

(سلام لاجپوری)

# استاذ مرحوم حضرت حافظ قاری عبد الحق دیوان (صوفی) صاحب لاجپوری

## حضرت مولانا ابراہیم پٹیل صاحبؒ

فرمایا کہ: حضرت مولانا ابراہیم پٹیل صاحب (کوڈھاریہ) جامعہ حسینیہ، راندیر کے فاضل تھے، جب تک وہ حیات رہے اوران کی صحت نے ساتھ دیا وہ جامعہ حسینیہ، راندیر کے لئے رمضان المبارک میں چندہ کرتے رہے، یہ ان کی اپنی مادر علمی سے محبت کی علامت تھی، مرحوم نے ام المدارس دار العلوم دیو بند میں بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی تھی۔

## تعلق

مرحوم خاموش طبیعت کے مالک تھے، میرے ساتھ ان کا بہت اچھا تعلق تھا، جب وہ اخیری زندگی میں بیمار تھے اس وقت میں ان کی عیادت کے لئے جاتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے اور ہمیشہ مجھے مشروب پلاکر ہی بھیجتے تھے۔

## تدریسی خدمت

آپ نے ایک طویل عرصہ لاجپور کے مدرسہ اسلامیہ میں بطور مدرس تدریسی خدمت انجام دی، میں جس وقت مدرسہ اسلامیہ کا صدر تھا اس وقت ان کو اپنی درس گاہ کی کسی بچی کی شکایت کرنی ہوتی (مرحوم بنات کو پڑھاتے تھے) تو شکایت کرنے کا انداز بھی بڑا مشفقانہ ہوتا تھا، عام مدرس جس طرح شکایت کرتے تھے ان کا انداز اس سے بالکل الگ ہوتا تھا، مرحوم ہمیشہ مدرسہ میں مدرسہ کے وقت سے پہلے حاضر ہو جاتے تھے، اور یہ معمول روزانہ کا تھا مکتب کے اساتذہ میں آپ

ہی سب سے اول حاضری دیتے تھے، اور چھٹی کے وقت بھی چھٹی ہوتے ہی گھر نہیں چلے جاتے تھے، کچھ دیر کے بعد آرام سے گھر جاتے تھے، چلتے وقت ہمیشہ نگاہ نیچی رکھ کر چلتے تھے، قدم برزمیں اور نظر برقدم والا معاملہ تھا، اللہ تعالی ان کی تمام خدمات کو قبول ومنظور فرمائے۔

## نکاح

میں مرحوم کی شادی میں بھی میں موجود تھا، ان کی، احمد میاں کولا اور یوسف بھائی کولا مرحوم تینوں کا نکاح ایک ہی وقت میں ہوا تھا، ایک ہی جگہ پر ہوا تھا، تمام کی بیویاں آپس میں بہنیں تھیں۔

## حافظ شبیر بلبلیا مرحوم کا مختصر تذکرہ

فرمایا کہ: حافظ شبیر محمد نالہ بلبلیا مرحوم کو قرآن کریم خوب یاد تھا، مرحوم میرے درجہ حفظ کے ساتھی تھے، ہم بیس سے پچیس لوگوں نے درجہ حفظ میں ایک ساتھ داخلہ لیا تھا، ۱۹۵۸ء میں قاری محمد احمد چوکسی صاحب مانگرولی کالاچپور میں بطور امام و مدرس تقرر عمل میں آیا تھا، استاذ مرحوم جامع مسجد میں امامت کراتے تھے اور صبح چھوٹی مسجد (nani masjid) کے ساتھ جو مدرسہ ہے وہاں بچوں کو حفظ کی تعلیم دیتے تھے، بڑی عمر کی لڑکیاں بھی ان کے پاس قراءت پڑھنے آتی تھیں، اور نماز ظہر کے بعد جامع مسجد میں پڑھاتے تھے، دوپہر کو ہم وہاں قرآن کریم کا دور سناتے تھے، میں نماز فجر کے بعد سب سے اول حضرت رحمہ اللہ کو ان

کے گھر پر جا کر قرآن کریم کا سبق سناتا تھا، ماشاء اللہ بڑے اچھے استاذ تھے، غالبًا ۱۹۶۴ء تک آپ نے لاجپور میں پڑھایا تھا، پھر حضرت انڈیا سے ہجرت کرکے ری نیون تشریف لے گئے تھے، اس وقت مدرسہ مجلس خدام الدین، ڈابھیل، سملک کے ماتحت چلتا تھا، ہم بیس سے پچیس طلباء حافظ ہونے کے لئے بیٹھے تھے، ان میں سے دس طلباء کی قسمت میں ہی حافظ ہونا لکھا تھا ’’تلک عشرۃ کاملہ،،

الغرض! حافظ شبیر بلبلیا مرحوم کو قرآن کریم خوب یاد تھا، جو دس طلباء حافظ بنے تھے ان میں سب سے زیادہ قرآن کریم مرحوم کو یاد تھا، اور دس طلباء میں سب سے پہلے حافظ ہوئے تھے قاری عبدالصمد پٹیل وہ بہت جلد حافظ بن گئے تھے، میں ڈھائی سال میں حافظ قرآن بنا تھا، سب سے اخیر میں تقریباً پانچ ساڑھے پانچ سال کے عرصہ میں حافظ بنے تھے حافظ مبین الحق صوفی اور سب سے بڑی عمر میں حافظ ہوئے تھے حافظ محمد بھانا بھائی جو کینیڈا میں مقیم ہے، حافظ بننے والے طلباء میں سب سے اچھی آواز حافظ سلیمان بلبلیا کی تھی جو رشتہ میں انور بھائی ماسٹر بلبلیا کے بھائی ہے، وہ برطانیہ کے شہر لیسٹر میں مقیم ہے۔

بعض مرتبہ ہم طلباء آپس میں یہ طے کر لیتے تھے کہ آج کسی کو دور نہیں سنانا ہے، سب اس پر ایکا کر لیتے تھے، کوئی بھی طالب علم اگر دور نہیں سناتا تھا تو اس دن قاری صاحب سب کو چھٹی دے دیتے تھے، ہاں! اگر ایک بھی طالب نے دور سنا دیا تو پھر سب کی شامت آتی تھی، اب ہوتا یہ تھا کہ حافظ شبیر بھی مجلس میں تو ہماری

ہاں میں ہاں ملاتے تھے مگر ساتھ ساتھ قرآن کریم یاد بھی کرتے جاتے تھے، اب ہوتا یہ تھا کہ قاری چوکسی صاحب کی عادت تھی کہ درس گاہ میں بیٹھتے ہی ٹپائی پر لکڑی بجاتے (مارتے) تھے، اور یوں گویا ہوتے کہ چلو، چلو سناؤ je wahelo te pahelo فرسٹ کم فرسٹ تو حافظ شبیر ڈر کر دوڑ سنانے اٹھ کھڑے ہوتے اس طرح ہمارا بنا بنایا پلان چوپٹ ہوجاتا، اب ہم میں سے کسی نے تو دور یاد کیا نہیں ہوتا تھا سوائے حافظ شبیر کے اس طرح ہم پھنس جاتے تھے، اب ہمیں سزا کے طور پر ظہر بعد سے لے کر عشا تک چھٹی نہیں ملتی تھی، کسی بچے کے والدین کی مجال نہیں تھی کہ آکر استاذ جی سے سوال کرے کہ ہمارا لڑکا ظہر سے پڑھنے آیا تھا ابھی تک گھر کیوں نہیں آیا، تو حافظ شبیر صاحب نے ایسا کئی مرتبہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ہم سب پھنس گئے۔

حافظ شبیر صاحبؒ نے ماشاء اللہ پوری زندگی حافظ ہونے کے بعد سے جب تک ان کی صحت نے ساتھ دیا رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم سنایا، اور ویسے بھی چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بلکہ موٹر سائیکل پہ بھی مرحوم قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے، ان کے انتقال پر لاجپور میں ان کے گھر کے سامنے جو مسجد ہے چھوٹی مسجد اس میں تعزیتی اجلاس بھی ہوا تھا، میں ہی اس میں اناؤنسر تھا، حضرت مفتی رشید احمد صاحب کتھرادا نے اس جلسہ میں بہت اچھا بیان کیا تھا، اس جلسہ میں مرحوم کے صاحبزادے حافظ قاسم بلبلیا بھی حاضر تھے جو

یو۔کے سے تشریف لائے تھے۔

## خلافت

پیرامن میں حافظ محمد صاحب تھے،میرے سمدھی مولانا ایوب صاحب جو ہرارے،زمبابوے میں ہے ان کے رشتہ میں بھائی لگتے تھے اور ''باجی،، کے لقب سے مشہور تھے ان کو حضرت مولانا ابراراحمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ اور دیگرا کابر نے خلافت سے نوازا تھا،انہوں نے مجھے خلافت دی تھی (تحریراً)۔

## ایام زندگی کے چنداوراق

ہے تیار جو کتاب کے صفحات
ہوا پڑھ کے اسے دل شاد
رکھ لے نام اس کا ایام زندگی کے چند اوراق
ہے دعا کرے اسے مقبولیت عطا خدائے پاک

(سلام لاجپوری)

استاذ مرحوم کا ایک دن فون آیا کہ کتاب تو تقریباً تیار ہوچکی ہے مگر اب تک اس کا نام کچھ سوچا نہیں ہے، مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا نام رکھا جائے اس پر میں نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو مذکورۂ بالا شعر لکھ کر بھیجا کہ اس کتاب کا نام ''ایام زندگی کے چند اوراق،، لکھ لیجئے،حضرت الاستاذ کو نام بہت پسند آیا اور تین چار روز کے بعد رنگین خوبصورت ڈیزائن میں مجھ پر مذکورۂ بالا شعر لکھ کر واٹس ایپ کے توسط سے بھیجا،اور

ساتھ میں حضرت رحمہ اللہ کے بھائی حضرت مولانا یوسف صاحب صوفی لاجپوری جوایک عرصہ سے یو۔کے میں مقیم ہےان کا ایک آڈیو کلپ بھی بھیجا جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

فرمایا کہ سوانح حیات پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی آپ کتاب کا جو ٹائٹل پیج ہے وہاں اور مجلد کتاب کے آخری صفحے پر جامع مسجد لاجپور جس میں آپ (حضرت الاستاذ رحمہ اللہ) امام ہےتو ایک طرف پرانی جامع مسجد کا فوٹو اور دوسری طرف پرنئی جامع مسجد کا فوٹو رکھ دے،تو حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو بھائی جان کا مشورہ بھی پسند آیا تھا کہ ان شاء اللہ ایسا ہی کریں گے،دوسری ایک بات مجھ سے یہ ذکر فرمائی کہ ایک مفتی صاحب کی رائے یہ ہے کہ اسے ابھی شائع نہ کیا جائے (یعنی اپنی زندگی میں) اور حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل وجامعۃ القراءات کفلیتہ کا مشورہ یہ ہے کہ اسے حضرت رحمہ اللہ کی حیات ہی میں شائع کردیا جائے،اس پر میں نے کہا کہ حضرت! مجھے بھی حضرت مفتی عباس صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے آپ اسے اپنی حیات ہی میں شائع کردے،اس پر حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی یہی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے،خیر ؎

بسا آرزوئے کہ خاک شد

کسی نے بالکل صحیح کہاہے کہ ’’عرفت ربی بفسخ العزائم،، بہر حال،حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں تو وہ کام نہیں ہوسکا،امید ہے بہت جلد اللہ تبارک و

تعالی کوئی سبیل پیدا کردے کہ حضرت کی ایام زندگی کے چند اوراق قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

## کشکول

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو جو باتیں اردو یا گجراتی زبان میں ہوتی پسند آتی یا تو اسے فوٹو کاپی کروا کر رکھ لیتے یا پھر اپنے ہاتھ سے اسے لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے، ایسے کئی صفحات حضرت رحمہ اللہ نے مجھے دکھائے تھے اور جن صفحات کی ڈبل کاپی تھی ان میں سے کچھ مجھے بھی عطا کئے تھے، تو یہ بھی ان کے صاف ستھرے علمی ذوق کی علامت ہے، اگر خاندان میں سے کوئی اس جانب بھی توجہ کرے تو ''کشکول عبد الحق،، کے نام سے ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے، مجھے امید ہے کہ اس جانب بھی توجہ کریں گے۔

## شعروشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے

شعروشاعری سے بھی آپ کو دلچسپی اور لگاؤ تھا، جو بھی شعر آپ کو پسند آتا آپ اسے اپنے پاس فائل میں محفوظ کر لیتے تھے، کبھی وعظ میں کوئی شعر سنتے اور پسند آتا تو اظہار پسندیدگی بھی کرتے تھے، بندے کے کچھ اشعار گجراتی و اردو زبان میں آپ کے پاس پہنچے تو باقاعدہ مجھے واٹس ایپ کے ذریعہ میسیج کر کے کہا کہ اسے تو گجراتی اور اردو دونوں زبان میں کتابی شکل میں شائع کر، ابھی جو موسم سرما شروع ہوا اس موقعہ پر میں نے ایک منظوم یہ تحریر لکھی تھی جس کا عنوان تھا ''وقت،،

وقت ہی تو بدلہ ہے بدل جانے دو
پر وقت کی طرح تم نہ بدل جانا
وقت کے ساتھ بدلنے والے کم ظرف ہوتے ہیں
افسوس ایسے لوگ ہر جگہ ہر طرف ہوتے ہیں
سلام رشتے تو نبھانے کے لئے ہوتے ہیں
نہ کہ صرف دکھاوے کے لئے ہوتے ہیں

اس کو پڑھ کر حضرت رحمہ اللہ نے میرے اوپر لکھ بھیجا کہ

وقت کرتا جو وفا
ہم بھی آپ کے پاس ہی ہوتے

## ہوگئے عالم فانی سے رخصت

افسوس! اب نہ ہم کبھی آپ کے پاس اس فانی دنیا میں ہو سکتے ہیں اور نہ آپ ہمارے پاس، سوچتا ہوں اب ہمارے ہر چھوٹے بڑے علمی و ادبی کام پر حوصلہ افزائی کون کرے گا؟ اب ہمیں میسیج کر کے کام کرنے کا حوصلہ کون دے گا؟ وقت نے بھی واقعی وفا نہ کی اور آپ ہمیشہ کے لئے اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔

نہ دی وقت نے مزید فرصت
ہوگئے آپ عالم فانی سے رخصت
ہے جب تک ہمارے دم میں دم

رہے گا دل کو آپ کی جدائی کا غم

(سلام لاجپوری)

## عالی اخلاق

جب بھی ملتے کرتے بات تھے
بڑے عالی آپ کے اخلاق تھے
گھر اپنے ہمراہ لے جاکر
کھلاتے کھانا مجھے اپنے ساتھ تھے

(سلام لاجپوری)

استاذ محترم کا معاملہ احقر کے ساتھ بڑا مشفقانہ تھا،اس کی تین مثالیں پیشکرتا ہوں۔

(۱) بندہ جب انڈیا سے ۲۱ مارچ ۲۰۰۳ء کو یو، کے آرہا تھا اس موقع پر حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے گاؤں کی ایک مسجد میں جسے نالّی مسجد (نانی مسجد، چھوٹی مسجد) کہا جاتا ہے میرے برطانیہ جانے کی خوشی میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب کٹھرادا (المعروف بہ بھائی میاں) لاجپوری دامت برکاتہم فی الحال استاذ حدیث، جامعۃ القراء ت، کفلیتہ، گجرات انڈیا کا بیان رکھا تھا، تاریخ تھی ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء بروز جمعرات اس غرض سے کہ بیان میں اطراف کے گاؤں کے لوگ بھی شریک ہو حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے ایک پرچہ (پمفلٹ) بھی تیار کروا کر گاؤں اور اطراف

کے گاؤں میں تقسیم کرایا تھا، اللہ تعالی ان کو اس محبت کا خوب صلہ نصیب فرمائے۔

(۲) برطانیہ کے سفر سے جب بھی میرا مادر وطن جانا ہوا، ہمیشہ آپ نے مجھے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز سے پہلے بیان کی دعوت پیش کی، احقر کو بیان میں اشعار پڑھنے کا شوق ہے، استاذ مرحوم کو بھی اشعار سے خوب دلچسپی تھی، اس لئے نماز جمعہ کے بعد جب ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ تو نے فلاں شعر بہت اچھا سنایا کبھی فرماتے مجھے فلاں شعر سن کر بڑا لطف آیا، آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ نماز جمعہ کے بعد میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور مسجد کے مین دروازے تک لے چلتے، برطانیہ کے ہر سفر میں ایک جمعہ ایسا بھی ہوتا کہ نماز سے فراغت پر مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے جا کر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

## معمول

فرماتے ذوق مطالعہ ہوتا جا رہا کم ہے
دیکھ کے یہ حالت ہوتا دل کو غم ہے
ہے کتابیں گھر میں رکھی مگر پڑھتے نہیں
کتابوں کا مطالعہ کبھی کرتے نہیں

(سلام لاجپوری)

(۳) احقر کی کوئی تصنیف یا تالیف چھپ کر آتی اس کا از اول تا آخر مطالعہ کرتے اور بعد از مطالعہ کتاب کے تعلق سے ایسے تحسینی کلمات کہتے کہ بندہ سن کر شرمندہ

ہو جاتا، یہ آپ کی اعلی ظرفی تھی، اور یہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی، آپ ہر ایک کے علمی کام کی کھل کر کھلے دل سے تعریف کرتے تھے، دوسرا کام یہ کرتے کہ مجھ سے کتاب کے سو (۱۰۰) نسخے طلب کرتے، اور فرماتے کہ میں اس کو صاحب ذوق حضرات میں خود تقسیم کروں گا، فرماتے کہ میں ایسے کچھ اشخاص کو جانتا ہوں جو عالم دین تو نہیں ہے مگر انہیں مطالعہ کا خوب شوق ہے میں ان کو کتابیں دیتا ہوں، ساتھ بڑے افسوس سے یہ بھی فرماتے کہ میں ان علماء کو جن کی بابت مجھے علم ہے کہ وہ مطالعہ کے شوقین نہیں ہے ان کو کبھی کتاب نہیں دیتا، اس لئے کہ کتاب کا مقصد ہوتا ہے مطالعہ کرنا نہ کہ اچھی اچھی الماری بنا کر کتاب کو الماری کی زینت بنانا، فرماتے کہ بعض علماء نے اپنے گھر میں بڑی خوبصورت کتابوں کی الماریاں بنا رکھی ہے مگر وہ بھولے سے بھی کسی کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے، وہ کتاب الماری میں پڑی پڑی دھول کھا رہی ہوتی ہے، نیز فرماتے کہ تبلیغی جماعت کے کچھ احباب بھی مطالعہ کے بڑے شوقین ہوتے ہیں میں ان کو بھی کتاب دیتا ہوں، یہ بھی فرماتے کہ چونکہ ہم کتاب مفت تقسیم کرتے ہیں اس لئے ہر کوئی مانگتا ہے مگر میں صرف صاحب ذوق اور مطالعہ کے شوقین افراد کو ہی کتاب دیتا ہوں، فرماتے کہ کوئی مجھ سے گر پوچھتا ہے کہ کتاب کا ہدیہ کیا ہے؟ تو میں جواب میں کہتا ہوں ''صرف کتاب کا مطالعہ،،

آپ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ گجرات کے کچھ اداروں میں خود جا کر اپنے ہاتھ سے چنیدہ علماء کو کتاب پہنچاتے تھے، یہ بات آپ نے خود مجھے کئی مرتبہ

بتائی، فرماتے تھے کہ میں تیری کتاب، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کتھراد الاجپوری دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب اور حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ مقیم مانچسٹر، یو، کے کی کتاب اپنے ہاتھ سے بعض مدارس میں جاکر صاحب ذوق علماء میں تقسیم کرتا ہوں، اور آپ کی خواہش پر ہی بندے نے اپنی تایفات میں کتاب ملنے کے پتہ میں حضرت رحمہ اللہ کا فون نمبر بھی لکھا تھا۔

## سر تسلیم خم ہے

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے ایک دن حضرت استاذ مرحوم کا واٹس ایپ قول میرے نمبر پر آیا، علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ مجھے تجھ سے ایک خاص کام ہے اگر تو اس کو انجام دے سکے، میں نے جواب میں کہا کہ حضرت! بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے، اگر وہ کام ایسا ہے کہ میں اس کو انجام دے سکتا ہوں تو ضرور میں اس کام کو کروں گا، اس پر فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے گجراتی زبان میں میرے کچھ موٹے موٹے حالات زندگی تحریر کئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ وہ اردو میں ان پیج پر قلمبند ہو جائے، اور تجھے اس لائن کا تجربہ بھی ہے اس لئے میری چاہت یہ ہے کہ یہ کام تو کرے، پھر فرمایا کہ مولانا اسماعیل صالح جی (گام حافظ جی) اور ان کے برادر اکبر مولانا عبداللہ صالح جی لاجپوری مجھ سے بار بار اس کا تقاضہ کر چکے ہیں کہ میں نے اپنے جو حالات قلمبند کئے ہیں وہ میں ان کے حوالے کر دوں مگر میں نے اب تک ان کو نہیں دیا ہے، میرا دل چاہ رہا ہے کہ یہ کام تو انجام دے، میں نے حضرت الاستاذ سے فرمایا کہ

یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی کہ یہ خدمت اور سعادت میرے حصہ میں آئے، چنانچہ حضرت نے واٹس ایپ کے توسط سے voice message سے وہ سارا مواد میرے اوپر بھیجدیا، الحمدللہ وہ ساری باتیں میں نے قلمبند کر کے حضرت رحمہ اللہ تک بھیجدی، آپ نے دیکھ اور پڑھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور خوب دعاؤں سے نوازا، اس پر مزید کچھ کام حضرت رحمہ اللہ کی چاہت پر جامعۃ القراءات کفلیتہ کے مایہ ناز استاذ حضرت مولانا مفتی دبیر صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے کے کیا ہے، سنا ہے کہ وہ کام بھی ہو چکا ہے۔

## ایک خواہش جوان کی حیات میں پوری نہ ہوسکی

حضرت رحمہ اللہ اس کو پریس میں بھیجنے ہی والے تھے کہ کچھ عوارض پیش آ گئے اور پھر حضرت رحمہ اللہ کو بیماری نے آ پکڑا، لاجپور رحیمیہ ہسپتال اور یونک ہسپتال سورت میں علاج ہوتا رہا مگر ؎

علاج بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور پھر بقول میر تقی میر کہ ؎

شفا ان کی تقدیر میں نہ تھی
مقدور تک تو دوا کر چکے

(بتغیر)

اور پھر وقت آخر آ پہنچا، بقول میر تقی میر ؎

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

اہل تعلق اور خدام کو دعا دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔

(سلام لاجپوری)

## اسٹیج کی زینت

وعظ سننے کا خوب شوق تھا
چہرہ نورانی اور با رعب تھا
بیانات میں اسٹیج کی ہوتے زینت تھے
چہرہ خوبصورت اور اخلاق خوب سیرت تھے
سن کر بیانات کرتے حوصلہ افزائی تھے
کرتے مقررین کی بڑی عزت افزائی تھے

(سلام لاجپوری)

حضرت استاذ مرحوم کو علماء کرام کے مواعظ سننے کا بہت شوق تھا، گاؤں میں کسی کے مکان پر بیان ہوتا آپ بیان میں شرکت ضرور کرتے تھے، اسی طرح جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے کسی کا بھی بیان ہوتا ہمیشہ وقت سے پہلے حاضر ہو جاتے، نماز جمعہ سے پہلے اگر کسی نوجوان عالم کا بیان ہوتا اسے بھی بڑے دھیان وتوجہ سے سنتے تھے، نہ صرف سنتے بلکہ بعد از بیان یا پھر نماز جمعہ سے فراغت پر اسے تحسینی کلمات بھی کہتے تھے، عام طور

پر مسجد میں جو بیان سنتے دوزانو بیٹھ کر سنتے تھے، گاؤں لاجپور میں جس کے مکان پر بیان ہوتا وہ آپ کو مہمان خصوصی کے ساتھ کھانے پر مدعو کرتے تھے، آپ پورا بیان اخیر تک بڑے غور سے سنتے تھے۔

## اناؤنسر

زبان اردو پر حاصل عبور تھا
اس پر نہ کوئی عجب نہ غرور تھا
اردو بولتے بڑی پیاری تھے
جب ملتے کرتے باتیں خوب ساری تھے
تقریر کا ملکہ بھی آپ کو حاصل تھا
کمالات میں آپ کے یہ وصف بھی داخل تھا

(سلام لاجپوری)

لاجپور میں جو تعزیتی اجلاس ہوئے ہیں ان میں کئی ایک جلسہ میں اناؤنسر آپ ہی ہوتے تھے، آپ کو زبان اردو پر بہت اچھی پکڑ حاصل تھی، آپ بلاتکلف اور روانی کے ساتھ اردو بولتے تھے، تعزیتی اجلاس میں آپ چاہے اناؤنسر ہو یا اس میں آپ کا خطاب ہو بات کو رکھنے کا آپ کا انداز ایسا پیارا اور سہل ہوتا تھا کہ کم پڑھا لکھا شخص ہی نہیں بلکہ ان پڑھ آدمی بھی اس کو باسانی سمجھ لیتا تھا، آپ کی گفتگو سن کر احقر کے دل میں کئی مرتبہ یہ خیال آیا کہ اگر آپ خطیب اور مقرر ہوتے تو یقیناً کامیاب خطباء میں آپ کا شمار ہوتا، نیز

میں یہ بھی سوچتا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو جامع مسجد میں تقریر کی مشق کر سکتے تھے،اور نماز جمعہ سے پہلے وعظ بھی کہہ سکتے تھے مگر آپ نے کبھی اس کی خواہش نہیں کی بلکہ اس عمل سے اپنے آپ کو ہمیشہ دور ہی رکھا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ منبر رسول سے وعظ ونصیحت کرنا یہ علماء کا منصب ہے، آج کل اس معاملہ میں بہت دلیری دیکھنے میں آتی ہے،لوگ عالم نہیں ہے مگر نماز جمعہ سے پہلے ممبر رسول سے علماء کی طرح وعظ کہتے ہیں اور پھر اس میں بعض ایسی کمزور باتیں کہتے ہیں کہ سن کر افسوس ہی نہیں بلکہ بہت دکھ ہوتا ہے، اللہ ہی ہدایت دے۔

## خوش مزاجی

نہ تکبر نہ ہٹ دھرمی تھی
طبیعت میں بے حد نرمی تھی
اور چہرے پر ہمیشہ آپ کے
رہتی مسکراہٹ تیرتی تھی

(سلام لاجپوری)

حضرت رحمہ اللہ کے مزاج میں خوش مزاجی اور ایک حد تک بے تکلفی بھی تھی، حضرت اپنے چھوٹوں کے ساتھ کبھی کبھار ہنسی مذاق کی بات بھی کر لیا کرتے تھے، چہرہ آپ کا ہمیشہ پرمسرت نظر آتا تھا۔

## رومال

رکھتے اپنے ساتھ دستی رومال تھے
بوقت ضرورت کرتے استعمال تھے
جب آتی تھی لبوں پہ مسکراہٹ
رکھ لیتے اپنے منہ پر رومال تھے

(سلام لاچپوری)

استاذ مرحوم اپنے ساتھ دستی رومال رکھا کرتے تھے، جب ہنسی کی بات کرتے یا کسی اور کی بات پر ہنستے تھے تو اکثر دستی رومال سے اپنے منہ کا وہ حصہ جو ہنسی کے وقت نظر آتا ہے کور کر لیتے تھے۔

## ہنسی کی اقسام

ہنسی کی تین اقسام ہے
تبسم ضحک قہقہہ اس کا نام ہے

(سلام لاچپوری)

ہنسی کی تین قسمیں لکھی ہیں (۱) تبسم (۲) ضحک (۳) قہقہہ

اس طرح ہنسنا کہ صرف دانت ظاہر ہوں اور آواز پیدا نہ ہو ''تبسم،، کہلاتا ہے

اور اس طرح ہنسنا کہ تھوڑی آواز بھی پیدا ہو جو خود سنی جائے دوسرا نہ سنے ''ضحک،، کہلاتا ہے

اور اس طرح ہنسنا کہ زیادہ آواز پیدا ہو کہ دوسرا بھی سنے اور منہ کھل جائے ’’قہقہہ،، کہلاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ’’تبسم،، کی تھی، حضرت استاذ محترم بھی عام طور پر تبسم پر ہی اکتفا کرتے تھے۔

## دلکش لہجہ، شیریں آواز

تھا دلکش لہجہ و شیریں آواز
کیا برسوں جس نے دلوں پہ راج
ہوگئی ہے اب وہ آواز خاموش
تاعمر کر نہیں سکیں گے ہم اسے فراموش
رہے گا ہمیں اس کا تا عمر افسوس
خدا عطا کرے مرحوم کو جنت الفردوس

(سلام لاجپوری)

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے جیسا کہ پیچھے ذکر کیا ایک طویل عرصہ لاجپور کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیئے، ان چالیس سالوں میں ایک چیز جس میں شروع سے اخیر تک کوئی فرق نہیں آیا وہ تھا آپ کا قرآن کریم پڑھنے کا دھیمہ مگر پرکشش اور دلکش لہجہ اور آپ کی شیریں آواز، لہجہ تو پرکشش تھا ہی آواز کی شیرینی اس میں مزید حسن اور نکھار پیدا کردیتی تھی، وقت گذرتا گیا، عمر ڈھلتی گئی مگر آواز اور لہجہ کا جادو برقرار

رہا،آواز آپ کی ہمیشہ جوان رہی، مجھے آپ کے قرآن کریم اور جمعہ کے خطبہ پڑھنے کا جو ایک خاص اور منفرد انداز تھا بہت پسند تھا، ہائے افسوس!اب وہ آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی،اب اس جہاں میں ہم اس آواز کو لائیو نہیں سن پائیں گے۔

## وقت کی پابندی

تھی وقت کی پابندی مثالی
دیتے تھے وقت سے پہلے مسجد میں حاضری
نماز کے لئے ہوتے نہیں تھے لیٹ
جماعت سے پہلے صف میں آکر جاتے تھے بیٹھ
نہیں دیتے تھے کسی کو موقعہ شکایت کا
رہا پورا دور سنہرا آپ کی امامت کا

(سلام لاجپوری)

آدمی جہاں کہیں جس شعبہ سے منسلک ہو اس میں وقت کی پابندی ضروری ہوتی ہے،اور پھر خاص کر نماز کی امامت کا مسئلہ اور وہ بھی جامع مسجد کی امامت اس میں تو وقت کی پابندی کا مسئلہ اور بھی اہم ہوتا ہے،استاذ محترم کی یہ عادت رہی کہ آپ نماز باجماعت کے لئے ہمیشہ وقت سے پہلے مسجد میں حاضری دیتے تھے،میں کہا کرتا ہوں کہ ”ڈیوٹی میں بیوٹی،، ہو تو آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا،حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیشہ وقت کی پابندی کا خیال رکھا بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی

وقت کی پابندی مثالی تھی، حضرت رحمہ اللہ کی زندگی سے ایک سبق قارئین کو یہ بھی سیکھنا ہے کہ ہم چاہے مدرسہ میں مدرس ہو یا مسجد میں امامت کی خدمت کے فرائض انجام دے رہے ہو، وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔

## تدریس میں بھی وقت کی پابندی خوب تھی

تھی تدریس میں بھی وقت کی پابندی خوب
ہوجاتے تھے وقت سے پہلے حاضر ٹھنڈ ہو یا دھوپ

(سلام لاجپوری)

صرف امامت ہی میں وقت کی پابندی نہیں تھی بلکہ گاؤں لاجپور میں مدرسہ اسلامیہ میں جہاں آپ مکتب میں مدرس تھے، وہاں بھی آپ کی وقت کی پابندی خوب تھی، آپ کی تدریس میں بھی یہ عادت رہی کہ آپ مدرسہ کا جو مقررہ وقت ہوتا تھا اس سے پہلے درس گاہ میں حاضر ہوجاتے تھے، یہ معمول ایک دو دن یا ایک دو ہفتہ یا ایک دو مہینہ کا نہیں بلکہ ہمیشہ کا تھا۔

ہوتا آپ کے ہر عمل میں دوام تھا
منظّم ہوتا آپ کا ہر کام تھا

(سلام لاجپوری)

## سنجیدگی

بحث و تکرار سے رہتے دور تھے
جو ملتا راہ میں کرتے سلام ضرور تھے

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے مزاج میں سنجیدگی تھی، بحث وتکرار اور اختلاف کی باتوں سے حتی الامکان اپنے کو دور رکھتے تھے،اور ہر نمازی سے چھوٹا ہو یا بڑا محبت اور احترام سے ملتے تھے، اکثر خود ہی سلام میں پہل کرتے تھے۔

## حوصلہ افزائی

طویل خدمت کا یہ بھی اک راز تھا
رہتا سدا اپنی ذمہ داری کا احساس تھا
کرتے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی تھے
تھے امام مسجد اور دین کے داعی تھے

(سلام لاجپوری)

نماز کے اوقات میں کہیں جانا ہوتا تو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے خود اپنی طرف سے کسی کو مقرر کر جاتے تھے(یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کے ساتھ کوئی نائب امام نہیں ہوتا تھا) نیز جب بیرون ملک کے سفر پر جانا ہوتا اس وقت مسجد کی انتظامیہ نے آپ کو رخصت دی ہوتی پھر بھی نماز کے لئے اپنی جگہ کسی امام کا خود ہی بند وبست کر کے جاتے تھے، خاص کر آپ کو نماز جمعہ کی بہت فکر ہوتی تھی کہ میری غیر موجود

گی میں جمعہ کی نماز کون پڑھائے گا، رفیق مکرم حافظ قاسم بلبلیا نے سنایا کہ حضرت جب ہرارے، زمبابوے کے سفر پر تشریف لے گئے تو ان کو ان کے بھائی حافظ حنیف اور ان کے والد مرحوم حافظ شبیر بلبلیا کو نماز کی ذمہ داری سونپی تھی، اس وقت آپ کو جس نماز کی بطور خاص تاکید کر گئے تھے وہ تھی نماز جمعہ کی تاکید، جب آپ سفر زمبابوے سے واپس تشریف لائے اس وقت پہلا جو جمعہ آیا تو حضرت رحمہ اللہ نے حافظ قاسم سے کہا کہ یہ جمعہ بھی آپ ہی پڑھاؤ گے، رفیق مکرم نے جواب میں کہا کہ اب تو آپ کی واپسی ہو چکی ہے، جواب میں فرمایا کہ میں بھی تمہارا خطبہ جمعہ سننا چاہتا ہوں اس لئے آنے والا جمعہ تم ہی پڑھاؤ گے، یہ بھی آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ہر کام میں عام نماز کی امامت ہو یا نماز جمعہ یا پھر جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ کرنا ہو آپ اپنے چھوٹوں کی ہمیشہ خوب حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

## اہتمام

استاذ مرحوم نے جہاں مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں تدریسی خدمت انجام دی، اور مسجد جامع میں تقریباً چار عشرے تک امامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے، وہیں پر آپ نے چندسال تک ان کے آباؤ اجداد کا لگایا ہوا علمی گلشن بنام ''مدرسہ صوفی باغ، سورت،، جو سورت ریلوے اسٹیشن کے قریب ہے اس کے اہتمام کے فرائض بھی انجام دیئے۔

## مجلس شوری کی ممبری

دیوبند ثانی یعنی سرزمین گجرات کی قدیم ومشہور دینی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، سملک کی مجلس شوری کے آپ رکن بھی تھے، یہ بھی آپ کے لئے بڑی فضیلت کی بات تھی کہ آپ اتنے بڑے ادارے کے مجلس شوری کے رکن منتخب ہوئے۔

## منصب امامت

تمنا ہے کہ دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
خدا توفیق دے تو خدمت اسلام کر جاؤں
فردوسی مرحوم نے کیا ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو کروں میں اسلام کو زندہ

دین کے مختلف شعبے ہیں، اللہ تعالی جس سے جس فیلڈ میں چاہتا ہے کام لیتا ہے، ان میں ایک عظیم شعبہ ''شعبۂ امامت،، ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت کی ہمیشہ امامت فرمائی اور بغیر کسی خاص عذر کے آپ نے اس عمل کو کبھی ترک نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد یہی عمل خلفائے راشدین کا بھی رہا، الغرض! منصب امامت ایک عظیم منصب ہے، چاہے آج کے مسلمانوں کی نگاہ میں اب اس منصب عظیم اور اس منصب پر فائز شخصیت کا وہ مقام و مرتبہ نہیں رہا جو ہونا چاہئے تھا جس کے وہ حقدار ہیں، میری نگاہ میں وہ ائمہ حضرات

بڑے خوش نصیب ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم سنت کو محض اللہ تعالی کی رضا جوئی کی خاطر بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، میں ایسے سبھی حضرات کو دل کی گہرائیوں سے سلام پیش کرتا ہوں، دنیا والے اس مقام ومنصب کو اہمیت نہ دے تو کوئی بات نہیں اللہ رب العزت ائمہ حضرات کو آخرت میں اس عمل کی بدولت وہ عزت اور وہ مقام ومرتبہ دے گا کہ لوگوں کی آنکھیں خیرہ رہ جائیں گی۔

بہر حال! امامت ایک عظیم منصب اور اہم ذمہ داری ہے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد ''مسجد نبوی،، میں اخیر تک نماز باجماعت کی امامت کرائی، استاذ مرحوم بھی اس خدمت کو استقامت کے ساتھ سنبھالے ہوئے تھے، استاذ مرحوم نے ۲ شوال ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۸۲ء بروز سنیچر لاجپور کی قدیم جامع مسجد میں نماز ظہر سے امامت کی خدمت کا آغاز کیا تھا، ماہانہ تنخواہ تھی دوسو (۲۰۰) روپیہ، جامع مسجد قدیم میں آپ نے پندرہ سال امامت کے فرائض انجام دیئے، پرانی جامع مسجد ۱۹۹۸ء میں شہید کردی گئی تھی، اس اعتبار سے قدیم جامع مسجد میں سولہ (۱۶) سال اور جامع مسجد جدید میں تقریباً ۲۳ سال یا کہہ لیجئے چوبیس سال امامت کے فرائض انجام دیئے، اور مجموعی طور پر خدمت امامت کے تقریباً انتالیس یا چالیس سال بنتے ہیں۔

۲۰۱۴ء سے استاذ مکرم کے ساتھ نائب امام کے طور پر قاری صابر کاپڑیا لاجپوری کا تقرر عمل میں آیا تھا، اس طرح مجموعی طور پر ۳۱ سال تک آپ نے تن تنہا امامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔

## استقامت

جن پرندوں کے پر نہیں ہوتے
ان کے پیڑوں پہ گھر نہیں ہوتے
لوگ ان کو پہاڑ کہتے ہے
جو ادھر سے ادھر نہیں ہوتے

منصب امامت پر ایک ہی جگہ رہتے ہوئے اس طرح استقامت کا ثبوت دینا یہ یقیناً کسی کرامت سے کم نہیں ہے، منصب امامت کانٹوں بھرا تاج ہے اور اس راہ کے نشیب و فراز اور اس کی نزاکتوں سے بندہ بخوبی واقف ہے، چونکہ احقر بھی لندن کی ایک مسجد میں بحمد اللہ گذشتہ ۱۹ سال سے امامت و خطابت کے فرائض بفضل الٰہی انجام دے رہا ہے، یقیناً آپ کا اس دوران سرد و گرم حالات سے واسطہ پڑا ہوگا مگر آپ کا مسلک یہ رہا کہ ۔

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا
راہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

## یاد بہت آؤ گے

زندگی نے جب تک وفا کی آپ جامع مسجد کے امامت سے عملاً نہ سہی مگر بہر حال

وابستہ تھے،اور جب تک صحت نے ساتھ دیا آپ اخیر تک امامت کے فرائض انجام دیتے رہے،اب جامع مسجد کے مصلی پر تو کبھی آپ نظر نہیں آئیں گے مگر جب بھی ہماری نگاہ امام صاحب کے مصلی پر پڑے گی آپ کی کمی اور آپ کو کھونے کا ہمیں احساس دلاتی رہے گی،آپ یقیناً دنیا سے تو چلے گئے ہیں مگر ہمارے دلوں سے کبھی نہیں جائیں گے۔

دنیا سے تو چلے گئے ہو دل سے کہاں جاؤ گے
تا عمر آپ ہمیں یاد بہت آؤ گے
سوچتا ہوں کیا اب کوئی ایسا آئے گا
جو آپ کی سی استقامت دکھائے گا
آپ کی استقامت کرامت سے کم نہ تھی
اسی لئے جدائی پر کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ تھی
دعا ہم سب کی اب یہی صبح و شام ہو
مقام آپ کا سلام دار السلام ہو

(سلام لاجپوری)

## انتباہ

حضور کا ارشاد ہے عیاں کرو
مرنے والے کی خوبیاں بیاں کرو

(سلام لاچپوری)

اپنی تحریر کو خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ کے ملفوظ پر ختم کرتا ہوں، فرمایا کہ بے عیب تو صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، نبی معصوم ہوتا ہے باقی کمی کوتاہی سے کون پاک ہوسکتا ہے مگر ہمیں اپنے مردوں کے محاسن بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

**اذکروا محاسن موتاکم**

اپنے موتی کے کمالات کا تذکرہ کرو تا کہ عبرت حاصل ہو

دوسری روایت میں ہے

**انتم شهداء الله فی الارض**

تمہاری ساری چیزیں مردہ کے حق میں شہادت بن جائیں گی لہذا ہمیں چاہئے کہ ان کے محاسن ذکر کیا کریں۔

فرمایا کہ وفور محبت اور وفور جذبہ میں اگر مبالغہ بھی ہو تو حق تعالی سے امید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے، ویسے ہر حال میں چاہے غم ہو یا خوشی آدمی مکلّف تو اس بات کا ہے کہ اعتدال کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن اگر وفور جذبات سے کوئی

بات مبالغہ کی بھی ہو جائے تو اللہ تعالی سے معافی مانگنی چاہئے اور معافی کی امید رکھنی چاہئے۔

کون ہے جو خطا سے پاک ہے
وہ تو صرف انبیاء کی ذات ہے

(سلام لاجپوری)

میں نے بھی پوری کتاب میں اس کی بھرپور کوشش کی ہے کہ مبالغہ آرائی سے اپنی تحریر کو پاک رکھوں مگر انسان ہوں اگر کچھ ادھر ادھر ہو گیا ہو تو اللہ تعالی سے معافی کا خواستگار ہوں، اللہ تعالی مجھے معاف فرمائے۔

دلوں میں بسنے والے پھولوں کے مانند ہوتے ہیں دنیا سے چلے بھی جائیں تو پیچھے یادوں کی خوشبو چھوڑ جاتے ہیں۔

گرچہ مرا یہ ہدیہ ناقابل منظور ہے
کرلے قبول تو تری رحمت سے کیا دور ہے
کرلے قبول مری کاوش یہی التجا ہے
ہاتھ پھیلائے بسلام .کی بس یہی استدعا ہے

(سلام لاجپوری)

# مئولف کی دیگر تالیفات

(۱)منتخب تقاریر۔جلداول (مطبوعہ)

(۲) مجالس خطیب الامت۔دوجلدیں (مطبوعہ)

(۳) لطائف سورۂ یوسف۔دوجلدیں (مطبوعہ)

(۴) ملفوظات خطیب الامت۔جلداول (مطبوعہ)

(۵) ارشادات خطیب الامت۔جلداول (مطبوعہ)

(۶) بچوں کے لئے احکام ومسائل (مطبوعہ)

(۷) مختصر تذکرہ وتعارف، حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیریؒ (مطبوعہ)

(۸) گلدستہ سعید یعنی حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کا کچھ ذکر خیر (مطبوعہ)

(۹) والد مرحوم کا کچھ ذکر خیر (غیر مطبوعہ)

(۱۰) شخصیات (منظوم) (غیر مطبوعہ)